بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم   وعلی عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد ۴۸

شمارہ ۳۲

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر۔ منیر احمد خادم

نائبین۔ قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ 100 روپے
بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک 10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

THE WEEKLY BADR QADIAN - 143516
POSTAL REGISTRATION NO . P/GDP - 23

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ھ   ۸ ظہور ۱۳۷۵ ہش   ۸ اگست ۱۹۹۶ء

1504,
Engr. M.Salam E.E.,
Power System Planning
Directorate,
H.P.S.E.B. Vidyut Bhawan,
SHIMLA - 171 004 (H.P.)

تسبیح و تحمید، تقدیس و تکبیر اور درود و سلام کے پاکیزہ نغمات کے روح پرور ماحول میں

افریقہ، مڈل ایسٹ اور فار ایسٹ کے ممالک کے لئے

ایم ٹی اے کی چوبیس گھنٹے کی عالمی نشریات کا مبارک آغاز

لندن (۷ جولائی) [پریس ڈیسک]: مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (ایم ٹی اے) انٹرنیشنل خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ عالمی رابطوں کی نئی مہمات کو سر کر رہا ہے۔ اپریل کے آغاز سے ایم ٹی اے کی نشریات ایک نئے سیٹلائٹ کے ذریعہ دو ہی بیم کے واسطہ سے ایشیا اور یورپ کے بہت سے ممالک تک پہنچ رہی تھیں۔ جبکہ نارتھ امریکہ کے لئے الگ سے ایک نظام کے تحت ایم ٹی اے کی چوبیس گھنٹہ کی نشریات جاری ہیں۔ لیکن مڈل ایسٹ کے بعض ممالک اور افریقہ اور فار ایسٹ کے ممالک ۲۴ گھنٹے کی نشریات سننے اور دیکھنے سے محروم تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب گلوبل بیم کے ذریعہ ان ممالک تک بھی ایم ٹی اے کی نشریات پہنچانے کا انتظام ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ۷ جولائی کو محمود ہال لندن میں ایک نہایت مبارک تقریب ہوئی جس میں خصوصیت سے افریقن احباب نے غیر معمولی مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مختلف پاکیزہ نغمات کے ذریعہ ایم ٹی اے کی نشریات میں خوبصورت رنگ بھرے۔ اس تقریب کا نقطہ عروج وہ تھا جب اس کے دوسرے اجلاس میں سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفس نفیس سٹیج پر رونق افروز ہوئے اور آپ کی بابرکت موجودگی میں غانین بچوں، نوجوانوں اور مستورات نے باری باری حضور کی ہدایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید پر مشتمل پاکیزہ گیت گائے۔ یہ ترانے صرف زبان اور ہونٹوں سے ہی نہیں بلکہ دل اور روح کے ساتھ گائے گئے اور ان کا اثر تمام حاضرین پر نمایاں تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کے جذبات سے آنکھوں میں آنسو تھے اور دل اس کے حضور سجدہ ریز۔

باقی صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے محبت کے انداز اپنائے بغیر ہم اللہ کی محبت کو نہیں پا سکتے

(خلاصہ خطبہ جمعہ، ۵ جولائی ۱۹۹۶ء)

(واشنگٹن - امریکہ): سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد بیت الرحمان واشنگٹن، امریکہ میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے آیت قرآنی "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" کی تلاوت فرمائی اور پھر اس آیت کے مضمون کی طرف لوٹنے سے قبل نئے مالی سال کے آغاز کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ مالی تفاصیل اور مختلف ممالک کے چندوں کے موازنے آج پیش نہیں ہونگے بلکہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جو تقریر ہونی ہے اس میں ان کا ذکر ہوگا۔ پاکستانی جماعتوں کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ربوہ کی جماعت کو سب سے زیادہ بجٹ ادا کرنے کی توفیق ملی ہے۔ لاہور دوسرے نمبر پر اور کراچی تیسرے نمبر پر ہے۔ اور بیرونی جماعتوں میں امریکہ کی جماعت بھی خدا کے فضل سے ان جماعتوں میں ہے جو مالی قربانی میں تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے مختصراً کینیڈا اور امریکہ کے جلسہ ہائے سالانہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر دو جلسوں کی ہر پہلو سے کامیابی کا ذکر بھی فرمایا اور تمام کارکنان کی محنت اور خلوص اور جذبہ اطاعت کو سراہا۔ حضور نے خصوصیت سے کینیڈا کا ذکر اس پہلو سے بھی فرمایا کہ ان کے غیروں سے ایسے روابط ہیں جن میں وہ سارا سال ان پر نیک اثر ڈالتے ہیں اور پھر جلسہ میں شامل ہو کر ان لوگوں میں تیزی سے نیک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس پہلو سے حضور نے امریکہ کو نصیحت فرمائی کہ اب ایسے پروگرام بنائیں جب اہل امریکہ سے آپ لوگوں کے ذاتی روابط سنجیدگی سے اور اخلاص کے ساتھ آگے بڑھیں۔ یہاں تک کہ وہ آپ کا اثر قبول کرنے لگیں۔ اور جب تک ہم امریکہ پر اثر انداز نہیں ہوتے تمام بنی نوع انسان پر اثر انداز ہونا مشکل کام ہے۔ کیونکہ دنیا کی بہت سی بڑی بڑی قومیں بھی امریکہ کی نقل کرنا باعث فخر سمجھتی ہیں اور اس وقت تک وہ امریکہ کی ہر بری بات میں پیروی کرتی ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے امریکہ کے جلسہ سالانہ میں سات ہزار سے زائد کی حاضری کو بہت خوش کن اور امریکہ کے لئے ایک سنگ میل قرار دیا اور فرمایا کہ اللہ اسے آگے بڑھانے کی توفیق بخشے۔ حضور نے فرمایا کہ تبلیغ کے ذریعہ بڑھنا آج وقت کی ضرورت ہے۔ اس پہلو سے خدا کے فضل سے اس سال امریکہ میں نئے ترقی کے آثار دکھائی دئے ہیں۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت فرمودہ آیت قرآنی کے مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے حوالے سے اللہ کی محبت کو سمجھنا ہمارے لئے ضروری بھی ہے اور اس محبت کو نہایت ہی آسان اور پرلطف بنا دینے والا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے مختلف احادیث نبویہ بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے محبت کے مختلف نمونے بیان فرمائے اور بتایا کہ آپؐ کا دل چاہتا تھا کہ ہر دل آپؐ ہی کی طرح خدا کی محبت میں گرفتار ہو جائے۔ حضور نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی ہر کامیابی پر خوش ہوتے تھے اور اپنے غلاموں کی کسی کامیابی پر آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی۔ حضور نے بتایا کہ اگر آپ کو دنیا سے ایسا پیار ہے کہ وہ خدا کے پیار کے رستے میں حائل ہو جاتی ہے تو آپ دنیا سے بے نیاز نہیں ہیں اور خدا کی محبت کے حصول کے لئے دنیا سے بے نیازی ضروری ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کے حوالے سے غیروں سے پیار کرنا فطرت کے خلاف نہیں بلکہ فطرت کے مطابق ہے۔ حضور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے محبت کے انداز کو اپنائے بغیر ہم اللہ کی محبت کو نہیں پا سکتے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اشعار کے حوالہ سے بھی محبت کے مضمون کو بیان فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھ سے دیکھیں اور خدا کو دیکھنا ہے تو محمد رسول اللہ کی آنکھ سے دیکھیں۔ یہی ایک رستہ ہے جو محبت الٰہی پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے علاوہ سب قصے کہانیاں ہیں۔

اخبار احمدیہ

لندن ۳ اگست ایم ٹی اے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

کل حضور انور نے مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں اطاعت اور تعاون علی البر والتقویٰ پر بصیرت افروز روشنی فرمائی۔ برطانیہ کا جلسہ سالانہ مورخہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ جولائی کو بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو چکا ہے۔ حضور انور نے اس جلسہ میں دوسرے روز مستورات سے خطاب فرمایا اور اسی روز جماعت احمدیہ پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و انعامات کا ذکر فرمایا۔ مورخہ ۲۸ جولائی کو عالمی بیعت ہوئی اور حضور انور نے اختتامی خطاب فرمایا اس جلسہ میں دنیا بھر سے ہزاروں کی تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ تفصیلی رپورٹیں آئندہ اشاعتوں میں ہدیہ قارئین کی جائیں گی۔ احباب کرام پیارے آقا کی صحت و تندرستی، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

درس الحدیث

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "جو تین آدمی کسی گاؤں یا جنگل میں جمع ہوں اور وہاں نماز قائم نہ کی جائے تو شیطان اُن پر غلبہ پا لیتا ہے۔ پس تم جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ اکیلی بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔" (ابو داؤد)

جلسہ سالانہ قادیان مورخہ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۹۶ء کو قادیان دارالامان میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہفت روزہ بدر قادیان

مورخہ ۸ ظہور ۱۳۷۵ ہش

دیوبندی چالوں سے بچیے!

(۹)

احمدیوں پر انگریزوں کے خود کاشتہ پودا ہونے کا الزام لگانے والے دیوبندی خود انگریزوں کے زیر سایہ کس طرح عیش و آرام سے پرورش پاتے تھے ذیل کی چند مثالوں سے ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ باقاعدہ اس غرض کے لئے دیوبندیوں کو تنخواہیں ملتی تھیں کے وہ انگریزی حکومت کی موافقت و اعانت میں آواز اٹھائیں۔

سوانح حیات مولانا محمد احسن نانوتوی جسے مکتبہ عثمانیہ کراچی پاکستان نے شائع کیا ہے میں مصنف کتاب نے اخبار انجمن پنجاب لاہور مجریہ ۱۹ر فروری ۱۸۷۵ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ۳۱ر جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لفٹننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے مدرسہ دیوبند کا معائنہ کیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کتاب میں لکھا ہے :۔

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صَرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں مولوی چالیس روپے ماہانہ پر کر رہا ہے۔"

یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے۔"

(مولانا محمد احسن نانوتوی صفحہ ۲۱۷) بحوالہ زلزلہ صـ۹۴)

پس صاف اقرار کیا کہ ہم تھوڑے سے لے کر ہی سرکار انگریزی کی اعانت کر رہے ہیں۔

چنانچہ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا یہ بیان ملاحظہ فرمایئے :۔

" (مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت) ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنر تھے۔" (حاشیہ سوانح قاسمی صـ۲۴۷-۲۲ بحوالہ زلزلہ صـ۹۶)

اسی طرح یہ بات ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ جنگ عظیم دوم میں متحدہ ہند (ہندوستان اور بنگلہ دیش اور پاکستان) کے مسلمانوں کو شامل کرنے کے لئے انگریز نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتووں سے ہی فائدہ اٹھایا تھا۔ (پیسہ اخبار لاہور ۱۱ر مئی ۱۹۱۸ء)

پس تاریخ کی یہ منہ بولتی شہادتیں کھول کھول کر بتا رہی ہیں کہ انگریزوں کے دورِ حکومت میں دیوبندی انگریزوں کے غلام۔ نوکر۔ ملازم و پنشنر رہے یا احمدی!

یہی نہیں ندوۃ العلماء لکھنؤ جو دیوبندی مسلک کے لوگوں کا ہی ایک ادارہ ہے اس ادارے کا سنگِ بنیاد بھی ایک انگریز نے رکھا تھا۔ چنانچہ رسالہ الندوہ میں لکھا ہے :۔

"۲۸ر نومبر ۱۹۰۸ء کو دار العلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ سر جان سکاٹ ھیوس کے سی ایس آئی۔ ای سنے رکھا۔"

(الندوہ دسمبر ۱۹۰۸ء صـ۴)

اسی طرح رسالہ الندوہ میں مزید لکھا ہے :۔

" علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکات حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں۔"

(الندوہ جولائی ۱۹۰۸ء)

پس صاف کہو کہ اب دیوبندی انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہوئے یا احمدی۔ چنانچہ تاریخ اس امر کی شہادت بھی دیتی ہے کہ اگر ایک طرف دار العلوم دیوبند والے گورنمنٹ برطانیہ کے ملازم تھے تو دوسری طرح ندوہ کو سالانہ چھ ہزار روپے انگریز حکومت کی طرف سے گرانٹ ملتی تھی۔ (الندوہ دسمبر ۱۹۰۸ء) اسی لئے باقاعدہ ان جلسوں میں ملکہ وکٹوریہ کو "ظلّ سبحانی" اور "سایۂ حق" تک کہا جاتا تھا چنانچہ ان دنوں انجمن حمایتِ اسلام کے سالانہ اجلاس میں پڑھی جانے والی ایک نظم کا شعر یہ تھا۔

سایۂ حق ان پہ تھا خود ظلِ سبحانی تھیں یہ
سارے عالم میں بڑی یکتا مہارانی تھیں یہ

(اجلاس انجمن حمایتِ اسلام منعقدہ اکتوبر ۱۹۰۲ء بمقام امرتسر)

اُس زمانہ میں اس تعریف کے بل بوتے پر یہ دیوبندی مولوی انگریزوں سے سالانہ گرانٹیں اور جاگریں حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو بھی چک نمبر ۳۲ تحصیل جُمرانوالہ ضلع لائلپور (فیصل آباد) میں انگریزوں سے جاگیر ملی تھی۔

(بحوالہ حیات طیبہ مؤلفہ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل صـ۲۴۶)

لیکن اس کے بالمقابل کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بھی انگریزوں سے جماعت احمدیہ کے لئے کسی قسم کا کوئی فائدہ اٹھایا بلکہ جس ملکہ کو یہ "ظل سبحانی" اور سایہ خدا جیسے القابات سے نوازتے تھے اس کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی امام مہدی علیہ السلام تبلیغ اسلام کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ملکہ کو مخاطب کر کے لکھا:

" اے ملکہ توبہ کر اور اس خدا کی اطاعت میں آ جا جس کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ شریک اور اس کی تمجید کر۔۔۔۔۔ اے زمین کی ملکہ اسلام قبول کر تا تو بچ جائے۔۔۔۔ آ مسلمان ہو جا۔" (آئینہ کمالات اسلام صـ۵۳۴)

پس اب فیصلہ انصاف پسند بھائیوں کے ہاتھ میں ہے کہ وہ سوچیں کہ کیا انگریز، دیوبندیوں کو اپنا غلام بنائیں گے یا احمدیوں کو جو ایک طرف تو ان کے خدا یسوع مسیح کو مُردہ ثابت کر رہے ہیں اور دوسری طرف ان کی ملکہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہیں

اب ہم دیوبندی رسالہ میں درج اعتراضات کے جواب دے چکے ہیں اور اس موقع پر ایک بار پھر اپنے بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یہ رسالہ اور اس قسم کے اور دوسرے رسالے جو وقتاً فوقتاً دیوبندیوں کی طرف سے چھپتے رہے ہیں وہ سب جھوٹ کی غلاظت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہزاروں لوگوں کو جب ان کی جھوٹی باتوں کا علم ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے احمدیت کو قبول کر لیتے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ دیوبندیوں کی طرف سے "تحفظ ختم نبوت" کے نام پر ایک تنظیم بنائی گئی ہے اور پورے ہندوستان میں یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ احمدی ختم نبوت کے قائل نہیں۔ حالانکہ احمدی جب بیعت کرتے ہیں تو ختم نبوت پر مکمل ایمان کی بیعت کرتے ہیں۔ اگر یقین نہ ہو تو شرائط بیعت اُٹھا کر پڑھ لیں۔ اور پھر تحفظ ختم نبوت کے نام پر پورے ہندوستان میں عام مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف اشتعال دلایا جاتا ہے کہ احمدی کلمہ، نماز روزہ اور دُرود کے منکر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں قرآن شریف کی توہین کرتے ہیں اور ایسا کہہ کر ہندوستان میں مختلف جگہوں پر اب تک امن برباد کیا گیا ہے احمدیوں کا جانی ومالی نقصان کرنے کی کوشش کی گئی ہے چنانچہ اب تک بہار میں کرناٹک میں کشمیر میں یوپی میں غرض ملک کے مختلف صوبوں میں دیوبندی محافظِ ختم نبوت کی غنڈہ گردی کے کئی واقعات منظر عام پر آ چکے ہیں بھاگلپور برہ پورہ کی احمدیہ مسجد میں بم پھینکا گیا، مالیگاؤں مہاراشٹر میں ختم نبوت کی حفاظت کے نام پر احمدی نوجوانوں کو بُری طرح مارا گیا انہیں لہو لہان کر دیا گیا

ہندوستان میں تو خیر جو بھی ہو رہا ہے پاکستان میں یہی دیوبندی محافظین ختم نبوت اب تک کئی درجن احمدیوں کو شہید کر چکے ہیں۔ احمدیہ مسجدوں کو شہید کر چکے ہیں۔ حکومتِ پاکستان کی کُھلی امداد سے احمدیوں کا کلمہ پڑھنا بند ہے، اذان دینا بند ہے، قرآن مجید پڑھنا پڑھانا بند ہے۔ انصاف پسندوں سے ہماری اپیل ہے کہ ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ کیا یہی ختم نبوت کی حفاظت ہے۔ کیا یہی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل تھا کیا یہ تمام باتیں اس سلوک کی یاد نہیں دلاتیں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ سے کیا کرتے تھے پس اگر تقویٰ کا کوئی بیج دل میں باقی ہے اور سچ کہنے کی جرأت ہے تو سچ بتایئے کہ جماعت احمدیہ مسلمہ سے جو سلوک آپ روا رکھ رہے ہیں کیا یہ وہ سلوک ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں سے روا رکھتے تھے یا وہ سلوک ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ سے روا رکھتے تھے۔ اس سوال کے جواب میں ہمارے درمیان دو ٹوک فیصلہ ہو جاتا ہے

پس دیوبندیوں کو ہماری نصیحت ہے کہ اگر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمیت میں یہ سمجھتے ہوئے احمدیت کی مخالفت کر رہے ہیں کہ یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن ہے تو کم از کم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم و نثر میں ان تحریروں کا مطالعہ کریں جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہو کر لکھی ہیں اور پھر جب آپ کے خلاف مغلظات بکنے اور گالیاں دینے کو دل چاہے تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خدا کی خاطر خدا کو حاضر و ناظر جان کر ضرور یہ غور کر لیا کریں کہ جس شخص کو گالیاں دینے کے لئے دل میں غصہ اُبل رہا ہے اس نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں کیسا لافانی کلام کہا ہے جس کی فطرت میں سچائی کا ذرہ بھی مادہ ہو وہ اس کلام کے مطالعہ کے بعد اپنے دل میں ایسے شخص سے کوئی کینہ نہیں رکھ سکتا جو اس کے محبوب کا اس انداز کا عاشق ہو افسوس ہے کہ آپ لوگ یکطرفہ زہریلے (باقی صـ۸ پر)

خطبہ جمعہ

کوئی دنیا کی طاقت خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ہو عدل پر قائم نہیں ہو سکتی اگر خدا کے حضور اس کی گردن جھکی ہوئی نہ ہو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۳۱ مئی ۱۹۹۶ء مطابق ۳۱ ہجرت ۱۳۷۵ ہجری شمسی بمقام بیت النور نن سپیٹ (ہالینڈ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم* الحمد لله رب العٰلمين* الرحمٰن الرحيم* مٰلك يوم الدين* إياك نعبد وإياك نستعين* اهدنا الصراط المستقيم* صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين*﴾.

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ (سورہ النحل آیت ۷۶)

آج جماعت احمدیہ ہالینڈ کا سترھواں جلسہ شروع ہو رہا ہے اور یہی جمعہ کا خطاب ہی ان کے اس جلسے کا افتتاحی خطاب بھی ہے۔ اس موقع پہ جماعت ہالینڈ کو اور جماعت ہالینڈ کی وساطت سے باقی تمام دنیا کی جماعتوں کو اس نصیحت کرنے کے لئے میں نے اس آیت کا انتخاب کیا ہے جس کی ابھی تلاوت کی ہے۔ یہ سورہ النحل کی چھہترویں آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لایقدر علیٰ شئی و من رزقناہ منا رزقاً حسنا" اللہ ایک ایسے مملوک غلام کی مثال پیش فرماتا ہے جو کسی چیز پر بھی کوئی قدرت نہیں رکھتا اور پھر ایسے شخص کی "و من رزقناہ" جس کو ہم نے اپنی طرف سے حسن رزق عطا فرمایا۔ "فھو ینفق منہ سراً وجھراً" پس وہ اس میں سے چھپ کر بھی خرچ کرتا ہے اور کھلم کھلا بھی "ھل یستون" کیا وہ دونوں ایک جیسے ہو سکتے ہیں "الحمد للہ" سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے "بل اکثرھم لا یعلمون" بلکہ اکثر لوگ جانتے نہیں۔

اس آیت میں جو غلام کی مثال دی ہے اس کے مقابل پر ایک ایسے بندے کی جو خدا سے رزق پاتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ غلام بھی تو خدا کا بندہ تھا جسے کسی نے غلام بنا لیا اور اس کا بظاہر تحقیر سے ذکر قرآن کریم میں کیا معنے رکھتا ہے۔ وہ قرآن جس کی تعلیم نے آقا اور غلام سب کو برابر صف میں کھڑا کر دیا۔ وہ قرآن جس نے حقیقت میں غلامی کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایسے ذرائع پیش کئے کہ ان کی کوئی مثال دنیا کی کسی مذہبی یا غیر مذہبی تحریک میں دکھائی نہیں دیتی۔ وہ اسلام جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نمونہ غلاموں کے حق میں ان سے پیار کا پیش کیا اور ایسا نمونہ پیش کیا کہ اس کی مثال تاریخ انبیاء میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ وہ اسلام جس کے ابتدائی مومنین میں سے وہ غلام بھی تھا جس کو خلفائے وقت سیدنا بلال کہا کرتے تھے. اتنی عظمتیں ہیں غلامی کے لئے۔ وہ اسلام جو فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعے اس شان سے ظاہر ہوا کہ بلال کا ایک جھنڈا بھی اس دن گاڑا گیا۔ اور وہ آزاد لوگ جو اس غلام پر ظلم کیا کرتے تھے ان کو جان بچانے کے لئے اسی جھنڈے کی پناہ لینے کا حکم دیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا کہ جو بھی اس غلام کے جھنڈے تلے آئے گا اس کی جان بخشی جائے گی. اس کو کوئی نقصان نہیں ہے۔

تو ایک طرف یہ سارے امور ہیں جو غلامی کے متعلق ایک حیرت انگیز اعلیٰ اور نفیس اور پاکیزہ تعلیم پیش کرتے ہیں اور پھر غلامی کی تعلیم میں جو تفصیل میں خدا تعالیٰ نے بار بار غلام کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا اور پھر اس سے حسن سلوک کا حکم فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس طرح غلاموں پر ظلم کرنے والوں کو نہایت سختی سے تنبیہہ فرمائی۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن مسعودؓ کو جب وہ ایک غلام کو مار رہے تھے اس طرح ڈپٹ کر اس سے روکا ہے کہ بلا تاخیر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کو آزاد کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اگر نہ کرتے تو جہنم تمہاری سزا تھی۔ تو ایک طرف غلامی کا یہ عظیم مرتبہ ہے۔ اور دوسری طرف یہ آیت ہے جو کہہ رہی ہے "ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لایقدر علیٰ شئی و من رزقنہ منا رزقاً حسنا" گویا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور ہیں ہی الگ الگ چیزیں۔ یہاں دراصل دنیا کے مملوک غلام کا ذکر چل رہا ہے اور اس کے مقابل پر اس کا جسے "رزقاً حسنا" عطا کیا جاتا ہے۔

مملوک کا لفظ، حالانکہ غلام مملوک ہی ہوا کرتا ہے، زائد طور پر یہ بتانے کے لئے ظاہر فرمایا گیا کہ وہ شخص جو دنیا کا غلام ہو جائے، دنیا کا بندہ بن جائے وہ ہر پہلو سے مملوک، یعنی اس کی آزادیاں ہر طرح سلب ہو چکی ہوتی ہیں۔ کسی ایک پہلو سے بھی وہ کوئی آزادی کا سانس نہیں لے سکتا، سو فیصدی دنیا کا غلام بن کے رہتا ہے۔ اور اسے بھی تو خدا رزق دیتا ہے مگر اس رزق پر اس کا اپنا اختیار کوئی نہیں ہوتا۔ اپنی مرضی سے خرچ بھی نہیں کر سکتا اور شیطان اور دنیا کی غلامی اس پر بھی قابض ہو جاتے ہیں اور اس کے رزق پر بھی قابض ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ایسی منحوس چیز بن جاتا ہے کہ جہاں بھی جائے اچھی خبر کبھی نہیں لاتا بلکہ اس کے ہر کام میں نحوست اور بے برکتی ہوتی ہے۔ یہ دنیا کا غلام ہے جس کی بات ہو رہی ہے۔ اور جو پوری طرح غلامی کے بندھنوں میں جکڑا جائے اسے عبد مملوک فرمایا گیا ہے۔ اس کے مقابل پر اپنے بندوں کا ذکر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عبد کا لفظ جب خدا کے تعلق میں بولا گیا ہے تو سب سے اعلیٰ ایک اعزاز ہے جس سے اوپر اعزاز کبھی کسی نبی یا غیر نبی کو نہیں دیا گیا۔ عباد الرحمان بھی ہیں اور بھی عباد کا ذکر ملتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جب "عبداللہ" کہا گیا تو یہ ایک لقب تھا اور اس لقب سے بڑھ کر کبھی کسی نبی کو کوئی لقب عطا نہیں کیا گیا۔ تو دیکھیں ایک وہ "عبداً مملوکاً" ہے جس کا تحقیر سے ذکر ہے. بالکل ظاہر بات ہے۔ اور ایک وہ عبد ہے جو تمام دنیا کا سردار ہے۔

پس یہاں دنیا کے غلام اور اللہ کے غلام کا موازنہ ہو رہا ہے۔ عام غلام کی بات نہیں ہو رہی۔ اور وہ جو اللہ کا غلام ہو جائے جو بھی خدا اس کو رزق حسن عطا فرماتا ہے پھر وہ اپنا ہوتے ہوئے بھی اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ایک وہ دنیا کا غلام ہے جس کو اپنے مال پر بھی کوئی اختیار نہیں ہے. کوئی اس کو دسترس نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکے۔ ایک وہ ہے جسے مالک خود دیتا ہے اور بہت دیتا ہے۔ پاکیزہ رزق عطا فرماتا ہے اور کہتا ہے یہ تیرا ہو گیا اور وہ پھر اس کی راہ میں پیش کر دیتا ہے۔ تو ایک مجبوری کی غلامی ہے، ایک طوعی غلامی ہے۔ اور طوعی غلامی کے یہ انداز ہیں۔ جو محبت کے بندھن میں باندھے ہوئے غلاموں کے اطوار ہیں، جو ان کے طریق، ان کے اخلاق ہیں وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں اور دراصل یہاں انہی کا ذکر چل رہا ہے۔

فرمایا "فھو ینفق منہ سراً وجھراً" وہ چھپ کر بھی اس رزق سے جو خدا اسے عطا فرماتا ہے، اس کا رب اسے عطا کرتا ہے خرچ کرتا ہے اور کھلے بندوں سر عام بھی خرچ کرتا ہے۔ "ھل یستون" کیا وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ کسی پہلو سے بھی کیا ان میں کوئی برابری ہو سکتی ہے۔ "الحمد للہ" سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ "بل اکثرھم لا یعلمون" لیکن اکثر ان میں سے جانتے نہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۷﴾ (النحل: ۷۷)

اس مضمون کو خوب کھول دیا ہے اب کہ یہاں دراصل دنیا کے غلاموں اور خدا کے غلاموں کے درمیان ایک موازنہ کر کے دکھایا جا رہا ہے اور بتایا یہ جا رہا ہے کہ کوئی موازنے کا پہلو موجود ہی نہیں ہے۔ ایسا غیر برابر موازنہ ہے کہ کوئی ایک چیز بھی ان دونوں کے درمیان مشابہ نہیں ہے۔ پس "یامر بالعدل وھو علیٰ صراط مستقیم" تو بالبداہت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صفات ہیں۔ سب سے بڑا عدل کی تعلیم دینے والا پیمبر آپؐ تھے، سب سے بڑا صراط مستقیم پر چلنے والا رہنما آپؐ تھے۔ پس میرے نزدیک دنیا کے غلاموں کی حیثیت پہلے ایک طرح بیان فرمائی گئی۔ اب دوسری طرح بیان فرمائی جا رہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ابکم ہے، گونگا ہے اور "لا یقدر علیٰ شئی" اس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ "وھو کل علیٰ مولٰہ" وہ اپنے مالک پر بھی ایک بوجھ ہے۔ ابکم دراصل علم و حکمت سے عاری ہونے کے لئے فرمایا گیا ہے۔ گونگا وہ شخص جسے کچھ بیان کرنے کی مقدرت نہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم امی ہونے کے باوجود سب سے زیادہ علموں کے خزانے لٹانے والے تھے۔ پس آپ کے مقابل پر وہ شخص جو بظاہر عالم بھی ہو اگر وہ دنیا کا غلام ہے تو اس سے کوئی بھی فیض دنیا کے لئے جاری نہیں ہوتا۔ گویا کہ وہ گونگا ہے۔ اس کے پاس کچھ بتانے کے لئے ہے نہیں۔ اگر ہے تو بیان نہیں کر سکتا۔

"وھو کل

علیٰ مولہ" جو بھی اس کا مالک ہے اس پر وہ بوجھ ہے۔ یعنی جس چیز کا وہ غلام ہے اس کے لئے وہ بوجھ ہے۔ یہ بہت ہی گہرا اور دلچسپ مضمون ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا دار لوگ جو دنیا کے ہو جاتے ہیں اور اس حد تک وہ دنیا پر جھک جاتے ہیں کہ ان کا مالک بھی ان پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اور جو کام ان سے لیتا ہے اس کا فیض ان کو نہیں پہنچتا اور رفتہ رفتہ ایسے لوگ خود دنیا کی نظر میں جس کے کیڑے بن چکے ہوں اپنی عظمت اور قدر کھو بیٹھتے ہیں۔

پس ایسا خوفناک نقشہ دنیا کی غلامی کا جو دو مختلف مثالوں میں بیان فرمایا گیا ایک طرف ہے اور دوسری طرف اللہ کے غلاموں کا نقشہ ہے جو ہر آزاد سے بڑھ کر قابل تعریف اور ہر آزاد سے بڑھ کر آزادی کا متحمل ہے۔ اور حقیقت میں خدا کی غلامی کے سوا آزادی کا تصور ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ پہلو جو ہے اس کو میں آپ کے سامنے کھول کر رکھنا چاہتا ہوں۔ جو علامتیں ہیں وہ واضح ہیں۔ اگر کسی شخص میں دنیا داری کا اتنا رجحان ہو کہ وہ ہر طرح اپنے مال و دولت جس کی خاطر جیتا ہے اس کا غلام ہو کر رہ جائے تو ایسا شخص خدا کے ہاں مقبول نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ نہ چھپ کر خدا کی راہ میں خرچ کر سکتا ہے نہ ظاہر ہو کر خرچ کر سکتا ہے۔ اور پھر دنیا بھی اسے قبول نہیں کرتی اور دنیا میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ جس کام پر ہاتھ ڈالتا ہے وہ اس کے لئے، اس کی اولاد کے لئے، اس کی دنیا کے لئے، اس کی عاقبت کے لئے دراصل خیر و برکت سے عاری ہوا کرتا ہے۔

> **اللہ کی رضا کے اندر ایک غیر معمولی طاقت ہے اور اللہ کی رضا سچائی ہی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ کی رضا ہی سے عدل پیدا ہوتا ہے**

پس آپ کے لئے دو ہی رستے ہیں یا دنیا کی غلامی قبول کریں یا خدا کی غلامی میں آجائیں۔ اور خدا کی غلامی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہر دوسرے بندھن سے آزاد کرتی ہے۔ اور اس میں ایک ادنیٰ بھی مبالغہ نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جو اللہ کا غلام ہو وہ ہر بات میں فیصلہ خدا سے چاہتا ہے۔ اور ہر فیصلہ اس کی رضا کی خاطر کرتا ہے۔ اور دنیا کی رضا یا ان کی خاطر بیچ میں سے بالکل نکل جاتی ہے۔ پس نہ وہ بادشاہ کی خاطر کچھ کرتا ہے، نہ اپنے ملک کے سربراہ کی خاطر یعنی اس سے ڈر کر۔ نہ اپنے عزیزوں سے ڈر کر یا ان کی خاطر۔ جو بھی بھلائی کرتا ہے، جو بھی خیر کرتا ہے اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھتا ہے۔ تو جو شخص ہر دوسرے کی رضا سے آزاد ہو جائے، جو ہر دوسرے کے خوف سے آزاد ہو جائے اس سے بڑا آزاد کوئی دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی سوچیں آزاد ہو جاتی ہیں۔ اس کی نیتیں آزاد ہو جاتی ہیں۔ اور چونکہ اللہ کی غلامی ہے اس لئے اس کی ہر بات میں ایک برتری، ایک بالادستی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی رضا کے اندر ایک غیر معمولی طاقت ہے۔ اور اللہ کی رضا سچائی ہی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ کی رضا ہی سے عدل پیدا ہوتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اس مضمون کا آخری نچوڑ یہ نکالا کہ وہ شخص جو خدا کا غلام ہے اس غلام کے مقابل پر اس کی شان دیکھو کہ وہ عدل کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے یعنی اس کے اندر ایک توازن پیدا ہو جاتا ہے۔

عدل، اللہ کے تصور کے بغیر پیدا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ کوئی دنیا کی طاقت خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ہو عدل پر قائم نہیں ہو سکتی اگر خدا کے حضور اس کی گردن نہ جھکی ہوئی ہو۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کبھی دنیا میں کسی نے نہ تبدیل کیا نہ آئندہ کوئی تبدیل کر سکتا ہے۔ آج کی دنیا کو عدل کے متعلق احساس ہو چلا ہے کہ بہت اہم چیز ہے۔ بڑے بڑے سیاستدان بھی بات کرتے ہیں کہ عدل ہونا چاہئے مگر خدا سے تعلق کے بغیر عدل قائم ہو نہیں سکتا۔ یہ وہم ہے کیونکہ اللہ کے تعلق میں دو باتیں ہیں اس کی محبت اور اس کا خوف۔ اور محبت اور خوف کے درمیان جو توازن ہے وہ عدل کے قیام کا ذمہ دار ہے۔ اس کے بغیر عدل پیدا ہونا ممکن نہیں۔ یہ جو میں باتیں کہہ رہا ہوں بظاہر ایک دعویٰ ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ بہت گہری سوچ اور بہت تفصیلی جائزوں کے بعد میں قطعی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ اور اس کو تفصیل کے ساتھ اگر بیان کیا جائے تو ایک لمبا مضمون ہو گا۔ مگر انسانی زندگی کے ہر پہلو پر یہ بات صادق آتی ہے کہ جو پہلو بھی خدا کے خوف سے باہر ہو جائے، خدا کی محبت سے باہر ہو جائے، وہ عدل سے خالی ہو جاتا ہے۔ اس میں یا ایک طرف جھکاؤ ہو جائے گا یا دوسری طرف جھکاؤ ہو جائے گا۔

پس دنیا والے بھی جو عدل کرتے ہیں بعض عدل ان کے میکینکل عدل ہیں۔ ان کے اندر ان کی روح کی گہری لطافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کی روح کی گہری لطافت تب پیدا ہو سکتی ہے اگر خدا سے تعلق ہو۔ ورنہ جو ظاہری عدل ہے بعض دفعہ ایک جج بھی جو دنیا دار بلکہ دہریہ ہے وہ بھی عدل کرتا ہے۔ مگر اس کا عدل اور چیز ہے اور خدا کا عدل اور چیز ہے۔ اس کے عدل کے اندر ایک بے اختیاری ہے۔ وہ مالک نہیں ہے کسی چیز کا اور ملازم ہے ایک ایسے منصب پر جہاں اس کے فرائض میں عدل داخل ہے اس لئے وہ عدل کرتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو مالک بھی ہو، جسے اختیار بھی ہو، مواقع بھی میسر آئیں کہ عدل کروں یا نہ کروں وہ اگر عدل کرتا ہے تو وہ اسلامی عدل کے تصور کے نسبتاً زیادہ قریب ہے۔ پھر ایسے جج بھی ہیں جو عدالت کی کرسی پر بیٹھتے ہیں، عدل کرتے ہیں۔ جب گھر آتے ہیں تو بیوی سے عدل نہیں کر سکتے۔ اپنے دوستوں سے عدل نہیں کر سکتے۔ اپنے ماتحتوں سے عدل نہیں کر سکتے۔ اپنے ماتحتوں سے جو گھر کے ملازم ہیں ان سے عدل نہیں کر سکتے۔ اور اپنے ملنے جلنے والوں سے۔ اپنے رشتہ داروں سے۔ اپنے بیوی بچوں تک سے عدل نہیں کر سکتے۔ تو عدل کا مضمون کوئی معمولی مضمون نہیں۔ یہ ساری زندگی کے ہر پہلو پر چسپاں ہونے والا ایک باریک مضمون ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے سے عدل نہیں کر سکتے۔

اپنے سے عدل کی تفصیل میں اگر آپ جائیں تو آپ کو انسان کی جسمانی صحت اور روحانی صحت کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ وہ شخص جو اپنی ذات سے عدل کرتا ہے اس کے لئے ایک ایسی باقاعدہ زندگی ہونی ضروری ہے کہ جہاں وہ آرام کے وقت آرام کرے گا اور محنت کے وقت محنت کرے گا۔ اور یہ وہ عدل ہے جس سے بعض دفعہ خدا کے بندے بھی جو بہت بلند مرتبے والے ہیں کسی حد تک عاری ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ کے سوا کسی کو نہ کامل عدل کی توفیق ہے، نہ وہ اپنے سے عدل کر سکتا ہے، نہ غیر سے عدل کر سکتا ہے۔ مگر ہاں جو خدا والے ہوں ان کو کم سے کم غیروں کے معاملے میں عدل کرنے کی ضرور توفیق مل جاتی ہے۔ پس ایک ہی موقع ہے جہاں خدا کے بندے عدل سے عاری دکھائی دیتے ہیں وہ اپنی ذات کے معاملے میں عدل ہے۔ اس پہلو سے وہ ظالم کہلاتے ہیں مگر ان کے ظلم میں ایک احسان کا پہلو ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں عدل کا فقدان ایک بدصورتی کی بجائے ایک خوبصورتی کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے عام دنیا میں ماں بچے سے پیار کے نتیجے میں اپنے سے عدل نہیں کرتی۔

اب عدل نہ کرنا ایک خرابی ہے۔ جو انسان اپنی طاقت سے بڑھ کر بوجھ اٹھا لے اس کو اس کا نقصان پہنچے گا۔ اور یہ عدل کے فقدان کی ایک طبعی سزا ہے جو قانون قدرت میں جاری ہے، کوئی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ تو ایک ماں جب اتنا جاگتی ہے کہ اس کے بدن میں طاقت نہیں ہے اتنا جاگنے کی، اتنا غم دل پہ لے لیتی ہے کہ اس کے اعصاب میں طاقت نہیں کہ وہ غم برداشت کر سکے۔ تو اس کی سزا تو اس کو ضرور ملتی ہے۔ مگر یہ گناہ کی سزا نہیں یہ خطا ہے جس کا بدلہ دیا جاتا ہے۔ پس عدل کے فقدان میں بعض دفعہ خطا ہوتی ہے، بعض دفعہ گناہ بن جاتا ہے یعنی عدل کا فقدان گناہ بن جاتا ہے۔ پس وہ عدل کا فقدان جو کسی پر احسان کے نتیجے میں ہوا سے گناہوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ وہ عدل کا فقدان جو احسان کے نتیجے میں ہو اسے ایک بشری کمزوری کہا جاتا ہے۔ یا حسن میں اتنا بڑھ جانا اور احسان میں اتنا آگے نکل جانا کہ اپنے بدن کو قربان کئے بغیر انسان وہ خدمت کر نہیں سکتا۔

> **کوئی دنیا کی طاقت خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ہو عدل پر قائم نہیں ہو سکتی۔ اگر خدا کے حضور اس کی گردن جھکی ہوئی نہ ہو**

اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے جہاں بھی ظلم کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں آپ کے بے انتہا احسان کو ظاہر کرنے کے لئے ہوا ہے۔ اب وہ آیت کریمہ جس کی بار بار آپ کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے میں کئی دفعہ حوالے دے چکا ہوں۔ "لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین" (الشعراء: ۴) کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر لے گا اس غم میں کہ وہ مومن نہیں ہوتے، وہ ایمان نہیں لاتے۔ اب ظاہر بات ہے کہ عدل کا فقدان تو ہے یعنی اپنے نفس کا جو حق ادا کرنا تھا وہ ادا نہیں کیا جا رہا اس لئے کہ دوسرے بچ جائیں۔ اور یہ غم جن دعاؤں میں ڈھلتا ہے وہ دعائیں ان کو بچا لیں۔ تو طاقت سے بڑھ کر بوجھ اٹھایا گیا ہے۔ اور جس طرح مائیں جب طاقت سے بڑھ کر بوجھ اٹھاتی ہیں تو یہ عذر ان کا پیش نہیں جاتا کہ ہم نے تو بچے کی خاطر، نیکی کی خاطر قربانی کی تھی اس لئے قانون قدرت کو اپنا ہاتھ روک لینا چاہئے۔ قانون قدرت کا جو عدل ہے وہ سب سے بالا ہے اور وہ اللہ کا عدل ہے۔ وہ اپنے انبیاء پر بھی چلتا ہے اور ان پاکبازوں پر بھی چلتا ہے جو خدا کی خاطر عدل سے گریز کر رہے ہیں بظاہر۔ تو دیکھو کتنا باریک مضمون ہے۔

میں نے آپ کو جو مثال دی تھی وہ یہی سمجھانے کے لئے کہ آپ یہ سن کر کہ جی عدل بڑا ضروری ہے سب جگہ ہونا چاہئے ہرگز اطمینان نہ پائیں کہ آپ کو اس مضمون کی سمجھ آگئی ہے۔ بہت ہی گہرا اور بہت ہی لطیف مضمون ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جب اپنی جان پر بوجھ اٹھایا اور زیادہ اٹھایا اور اللہ نے نصیحت فرمائی کہ کیا تو ان ظالموں کی خاطر اپنے پاک نفس کو ہلاک کر لے گا تو اس کا نتیجہ بھی نکلا۔ اور وہ یہ تھا کہ آپ کے بال عمر سے پہلے ہی سفید ہو گئے اور بالوں کا سفید ہونا بعض دفعہ گہرے غم کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ پس "لعلک باخع نفسک" کا مضمون تھا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو ہود قوم نے بوڑھا کر دیا۔ وہ ہود

BODY GROW GYM
SANTOSH NAGAR
ARROW GYM
CHANDRAN GUTTA
چیف کوچ۔ محمد عبدالسلیم نیشنل باڈی بلڈر۔ حیدرآباد
وزن کم کرنے۔ بڑھانے۔ موٹاپا دور کرنے کے سلسلہ میں کی جانے والی ایکسرسائز اور خوراک۔ باڈی بلڈنگ کر رہے احباب شیڈول کیلئے باڈی ویٹ ساتھ لکھیں۔ مستورات سلم باڈی کیلئے معلومات حاصل کریں۔ باڈی ویٹ بڑھانے یا کم کرنے کیلئے BODY GROW پاؤڈر دستیاب ہے۔ مکمل معلومات کیلئے اس پتہ پر رابطہ قائم کریں
ARROW GYM
تندرستی ہزار نعمت ہے
M . A SALEEM (BODY BUILDER)
H . NO. 18 - 2- 888/10/71. NIMRA COLONY FALAKNUMA
POST - 500253 HYDERABAD (A . P) ☎ 041-219036 INDIA

قوم جس کے لئے سورہ ہود نازل ہوئی۔ کیسا گناہ انہوں نے کیا. کیسا ظلم کمایا کہ پوری قوم صفحہ ہستی سے مٹا دی گئی۔ کتنی دیر پہلے. ہزاروں سال پہلے کا ایک واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دل پر اتنا گہرا اثر ڈال دیتا ہے کہ ہود کے غم میں بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں تمہیں تو اور چیزوں نے بوڑھا کیا ہوگا "شیبتنی الھود" مجھے تو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ مگر بوڑھے تو ہوئے. بال تو سفید ہوئے قانون قدرت نے اپنا ہاتھ نہیں روکا۔

جیسے قانون قدرت آپ کی بقا کے لئے لازم ہے اور اس کے بہت سے پہلو ہیں اسی طرح نظام جماعت بھی آپ کی انفرادی بقا کے لئے لازم ہے۔ اگر نظام جماعت نہ ہو تو کسی کی روحانی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی

تو دیکھیں عدل کا مضمون جب ایک دوسرے کے متقابل آتا ہے تو کتنے نئے رنگ دکھاتا ہے۔ اللہ کا عدل ہے جس نے کہا کہ میرا قانون ہر انسان پر برابر چلے گا اور سب سے زیادہ محبوب نبی کے اوپر بھی اس وقت اثر دکھا رہا ہے جب وہ خدا کی خاطر کر رہا ہے۔ فرمایا اس کی قیمت تو تمہیں دینی پڑے گی۔ یہ میرا قانون قدرت. عام قانون کا عدل ہے۔ اور جہاں تک تمہاری قربانی کا تعلق ہے وہ میرے ذمے ہے۔ اس کا اتنا بدلہ ہوگا کہ اس کا تصور بھی عام انسان نہیں کر سکتا۔ تو احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ جاری ہے۔ عدل کا بدلہ عدل کے ساتھ جاری ہے۔ اور پھر عدل کرنے والوں کے اندر بھی بڑا فرق دکھایا گیا ہے۔ کچھ اپنے نفس کی خاطر عدل کرتے ہیں. کچھ اور مقاصد کی خاطر عدل کرتے ہیں. کچھ حسن واحسان کی خاطر عدل کرتے ہیں۔ اسی عدل کی ایک عجیب مثال ایک بزرگ کے واقعہ میں یا اس کی کہانی میں بیان کی گئی ہے جس میں حسن اور عدل کا موازنہ کیا گیا ہے یا حسن واحسان اور عدل کا موازنہ کیا گیا ہے۔

کہتے ہیں ایک بزرگ جنگل میں بیٹھا اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو تھا کہ اتنے میں ایک ڈری ہوئی، پھڑپھڑاتی ہوئی فاختہ اس کی گود میں آگری. جو زندہ تھی لیکن جیسے گھبرا کر کسی خطرے سے بھاگتے ہوئے اس کے اندر مزید دم نہیں رہا تھا کہ وہ آگے بڑھ سکے۔ اور اس نے اس کو اپنی جھولی میں لیا اور پیار سے اس کو سنبھالا ہے تو اتنے میں ایک باز اس کا پیچھا کرتا ہوا وہاں پہنچا۔ اب یہ کشفی نظارہ اس نے دیکھا کہ باز اس سے مخاطب ہو کے کہنے لگا کہ یہ خدا نے میرے لئے شکار بنایا ہے اور قانون قدرت ہے۔ تم مجھے ظالم نہیں کہہ سکتے۔ جس نے میری غذا یہ مقرر کی ہے وہ جانتا ہے کہ کیوں ایسی غذا مقرر کی گئی ہے۔ مگر یہ میری غذا ہے۔ اور میں نے بڑی محنت کی. میں اچک لیتا اس کو مگر تم بیچ میں حائل ہو گئے ہو۔ تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ اس پرندے کو مجھ سے روک لو کیونکہ مجھے تو خدا نے یہی رزق عطا فرمایا ہے۔ اور اب عدل اس کا للکارا گیا اور عدل کے تقاضے کے پیش نظر اسے وہ فاختہ بہرحال واپس کرنی تھی۔ مگر احسان اس فاختہ کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس بزرگ نے اس پرندے کو یعنی باز کو اسی کشفی حالت میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں خدا نے گوشت رزق کے طور پر بخشا ہے۔ لیکن کہیں خدا نے یہ قانون نہیں بنایا کہ فاختہ ہی کا گوشت ہوگا۔ انسانی گوشت اس سے بھی بہتر ہے۔ پس میں اپنے جسم کا ایک ٹکڑا اتنا کاٹنے کے لئے تیار ہوں جتنا تمہارا پیٹ بھر جائے۔ اور یہ کہہ کر اس نے چاقو نکالا اور اپنی ران سے ایک گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر اس پرندے کو دے دیا۔ یہ احسان اور عدل کا ایک عجیب موازنہ ہے جو کشفی صورت میں پیش کیا گیا۔ کہ ایک شخص جب احسان کرتا ہے تو پھر اسے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ عدل کو پھر بھی قائم رکھنا ہوگا مگر وہاں عدل کا قیام اس کی ذاتی قربانی چاہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جہاں بھی عدل سے گریز فرمایا ہے اپنی قربانی دے کر عدل سے گریز کیا ہے. اپنے خلاف عدل سے گریز کیا ہے۔ کسی دوسرے کے خلاف نہیں۔ کسی دوسرے کی خاطر کیا ہے۔ اور اس قربانی میں آپ کی بدنی قربانی ضرور شامل ہوئی اور اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے صرف نظر نہیں فرمایا۔ تو ان تمام باتوں کو سمجھتے ہوئے سب سے پہلے تو آپ کو معاشرے میں عدل کا قیام کرنا ہے، اپنے تعلقات میں اور اپنے گھر میں. اپنی اہلیہ سے. اپنے بچوں سے. اپنے عزیز واقارب سے، اپنی حکومت سے. نظام جماعت سے، جو ان کے حقوق ہیں وہ ان کو ادا کرنے ہیں۔ جو ان کے تقاضے ہیں وہ آپ نے پورے کرنے ہیں۔ عدل پر قائم ہونگے تو پھر اگلا قدم احسان کا شروع ہوگا اس سے پہلے ناممکن ہے۔ جرمنی کے اجتماع میں بھی میں نے خدام کو کچھ عدل کے متعلق سمجھایا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ یہ مضمون بہت ہی وسیع ہے اس لئے آج آپ کے اجتماع میں جو جماعت کا اجتماع ہے اسی مضمون کے بعض دوسرے پہلوؤں کو روشن کرتا ہوں۔

نظام جماعت میں عدل کے تقاضے بعض دفعہ بہت باریک ہو جاتے ہیں اور الجھے ہوئے ہوتے ہیں یہاں تک کہ ایک انسان ان کو پوری طرح نہ سمجھنے کے نتیجے میں کئی دفعہ نظام جماعت کی بے حرمتی پر اتر آتا ہے اور اس کی سزا اس کو ضرور ملتی ہے۔ کیونکہ خدا کے نظام سے جو شخص ٹکرائے اسے کبھی صحیح سالم بچتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ یہ بالکل الگ بحث ہے کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا تھا۔ نظام ایک ایسی چیز ہے جیسے قانون قدرت ہے۔ کوئی شخص اپنا حق سمجھتے ہوئے اگر آگ میں ہاتھ ڈالے گا اور اس کی کوئی چیز اس میں گری ہوئی ہے وہ کہے کہ میرا حق ہے میں ضرور نکالوں گا تو آگ اسے ضرور جلائے گی۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کے نظام کے اوپر کوئی غالب آ سکے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ اس کی میں مثال آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں۔ پس نظام جماعت کوئی معمولی نظام نہیں ہے۔ یہ قانون قدرت کی مثال ہے جس کے اوپر خدا تعالیٰ نے روحانی نظام جاری فرمائے ہیں۔ اور جیسے قانون قدرت آپ کی بقا کے لئے لازم ہے اور اس کے بہت سے پہلو ہیں اسی طرح نظام جماعت بھی آپ کی انفرادی بقا کے لئے لازم ہے۔ اگر نظام جماعت نہ ہو تو کسی کی روحانی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

باقی لوگوں کا حال دیکھو کیا ہوا ہے۔ کس طرح تتر بتر ہو کر بکھر گئے ہیں۔ کیسے اجتماعیت بٹ کر آخر انفرادیت میں بدل گئی اور ہر شخص آزاد ہے اور وہ اس آزادی کے مزے لے رہا ہے۔ یعنی بظاہر وہ سمجھتا ہے کہ میں آزاد ہوں اور احمدی غلام ہیں اور ہر وقت کی مصیبت۔ یہ بات ہو تو نظام سے پوچھو. بیٹھنا ہو تو نظام سے پوچھو. کیا مصیبت ہے یہ۔ کہاں یہ اور کہاں ہم جو مرضی کریں۔ سکھ سے شادی کریں. عیسائی سے کریں. کسی دہریہ سے کرلیں۔ رسمیں منانی ہوں تو منائیں۔ کون ہے جو ہمارے معاملے میں دخل دے۔ شراب خانے کھولیں. ان کے اوپر ختم قرآن کروائیں۔ لوگ آئیں اور شوق سے حصہ لیں۔ مجال ہے کسی کی جو لب کھولے کہ تم نے کیوں ایسا کیا۔ ایک یہ وہ آزادی ہے اور ایک طرف نظام جماعت ہے جس نے دیکھو کتنا پابند کر رکھا ہے۔ لیکن مملوک وہ ہے جس کا اپنا کچھ بھی نہیں رہا، کلیۃً اس کی ہر چیز دنیا کے لئے ہو گئی ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ میں آزاد ہوں حالانکہ وہ ہر پہلو میں، ہر بات میں غلام بن گیا ہے رسم ورواج کا. لوگوں کے دیکھنے کا. ریاکاری کا اور نفسانی خواہشات کا۔ پس جو اپنے نفس کا غلام بن جائے، جو دنیا کی نظروں کا غلام ہو جائے، جس کا اٹھنا بیٹھنا خدا کے سوا دوسرے مقاصد کے لئے ہو جائے وہ مملوک ہوتا ہے اور وہ شخص انصاف سے عاری ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کا جو نظام ہے اب میں نظام کی بات کر رہا ہوں۔ نظام جماعت ایک ایسا نظام ہے جو قانون قدرت کی طرح آپ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اب کوئی شخص کہہ سکتا ہے دنیا میں کہ عجیب قدرت ہے مصیبت پڑی ہوئی ہے۔ آگ میں ہاتھ نہ ڈالو اور زیادہ ٹھنڈی ہوا نہ کھاؤ. کپڑے گرم پہنو سردیوں میں، گرمیوں میں ٹھنڈے کپڑے پہنو اور بھوک لگے تو یہ کرو. بھوک نہ لگے تو فلاں کام کرو. اٹھو بیٹھو سوؤ جاگو مگر توازن رکھو۔ کھانا کھاؤ مگر بھوک ختم ہونے سے پہلے ہاتھ روک لو یعنی وہ قانون قدرت جو تقاضے کرتا ہے۔ عیش کرو مگر ایک حد تک۔ جاگو مگر ایک حد تک۔ دیکھو پابندیاں ہیں کہ نہیں۔ اور یہ وہ پابندیاں ہیں جو خدا تعالیٰ نے خود کہہ کر عام بندوں پر نہیں لگائیں مگر تمام دنیا کا نظام برابر ہر انسان پر پابندی لگائے ہوئے ہے اور جہاں بھی اس پابندی کے تقاضے سے بچ کر کوئی انسان نہیں چلتا وہاں ضرور اس کو سزا ملتی ہے۔ کئی لوگ وقت سے پہلے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ کئی لوگ ہیں جو پہلے اپنی امارت کی وجہ سے خوب کھاتے ہیں، خوب عیش کرتے ہیں مگر کچھ دیر کے بعد معدے بھی جواب دے جاتے ہیں. دوسرے اعضاء بدن کے جواب دے دیتے ہیں اور ساری زندگی پھر رونے پیٹنے اور مصیبتوں میں صرف ہوتی ہے۔ تو قانون قدرت اپنی سزا دیتا ہے اور اس نے پابند رکھا ہوا ہے۔ مگر جو قانون قدرت کا پابند رہتا ہے دیکھو کتنی آزادی سے سانس لیتا ہے۔ وہ دوڑتا پھرتا ہے، صحت اس کی اچھی. اس کے سانس ہلکے. وہ ہر اچھے کام میں حصہ لے سکتا ہے شوق سے۔ اس کا سونا آرام دہ ہے۔ اس کا جاگنا آرام دہ ہے۔ اس کے روزمرہ کے کاموں میں کوئی تکلیف نہیں۔ نہ گھٹنوں میں دردیں ہیں نہ کہنیوں میں۔ ہر بدن کا حصہ ہلکا پھلکا اور ہر کام کے لحاظ سے مناسبت سے متوازن ہے۔ تو ایک طرف غلامی ہے دوسری طرف اسی غلامی کے نتیجے میں ایک آزادی نصیب ہوتی ہے۔ اور جہاں قانون قدرت کی یعنی خدا کے نظام کی غلامی ہو وہاں اس کے مقابل پر ضرور آزادی ملتی ہے۔ بعینہ یہی حال الٰہی مذہبی نظام کا ہے۔ اور خدا تعالیٰ واضح فرماتا ہے کہ دیکھو یہ ہے غلامی ہی مگر دراصل یہ ہر آزادی سے بہتر غلامی ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دنیا کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ اب دیکھو خدا کے رسول نے اس دنیا کو قید خانہ بتا دیا ہے اور مومن کی ساری زندگی قید خانے میں بسر ہوگی۔ اور کافر کے لئے جنت قرار دیا ہے اس کو۔ مگر وہ جو مومن بھی ہوں اور آزاد بھی ہوں پھر وہ کس شمار میں آئیں گے۔ پس مومن کے ساتھ نظام جماعت کی قید و بند ایک لازمہ

C.K.
RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR , VANIYAMBALAM
- 679339 (KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
ALAVI
TEAK POLES &
WOODEN FURNITURE

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم جیولرز
پروپرائیٹر :—
سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ :- خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری
نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون۔ 629443

ہے۔ اس کے بغیر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بیان کردہ مومن کی تعریف میں داخل ہی نہیں ہوتے۔ لیکن ایک دفعہ داخل ہو جائیں وہ پابندیاں قبول کر لیں تو آپ کا روحانی بدن اتنا ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ اتنے مزے کی زندگی بسر ہوتی ہے کہ کسی قسم کا عقوبت کا خوف نہیں رہتا۔ کچھ چھپانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

عدل کے بغیر کسی کو مامور بنایا جا ہی نہیں سکتا کیونکہ عدل اور ماموریت کا ایک ازلی تعلق ہے

"سراً و علانیۃ" میں ایک یہ بھی مضمون ہے کہ جو کچھ چھپاتے ہیں وہ ظاہر بھی کر سکتے ہیں۔ جو ظاہر کر سکتے ہیں وہ چھپا بھی سکتے ہیں۔ وہ وقت اور محل کی بات ہے ورنہ اپنی ذات میں جو ان کا "سر" ہے اگر ظاہر ہو تو ان کے لئے ایک بے حیائی اور شرمندگی کا موجب نہیں بن سکتا۔ وہ جب چاہیں اسے ظاہر کریں وہ ظاہر ہو گا تو حسن میں اضافہ ہی کرے گا۔ اس میں کمی نہیں لائے گا۔ پس عجیب و غریب ایک یہ بظاہر متضاد مضمون ہے مگر ہے بالکل سچا کہ جو دنیا کا غلام ہے اس کا اپنا کچھ بھی نہیں۔ وہ ہر چیز سے عاری ہے اور حقیقت میں اس کے باوجود وہ آزاد محسوس کرتا ہے اپنے آپ کو۔ دنیا کا غلام ہونے کے باوجود وہ سمجھتا ہے کہ میں جنت میں ہوں اور امر واقعہ یہ ہے کہ جنت میں نہیں ہوتا۔ اور جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو خدا کا غلام بن جاتا ہے اسکے اوپر پابندیاں تو ہیں لیکن وہ پابندیاں اس کو دکھ نہیں دیتیں کیونکہ وہ پابندیاں نظام قدرت کی پابندیاں ہیں۔ نظام قدرت کی کوئی پابندی آپ کو دکھ نہیں دیتی۔ نظام قدرت آپ کو یہی بتائے گا کہ آگ میں اپنے ہاتھ نہ ڈالو، پانی میں ڈوبو نہیں اور زیادہ دیر دھوپ میں نہ بیٹھو۔ اب یہ پابندیاں ہی تو ہیں مگر دیکھو کتنی فائدہ مند پابندیاں ہیں۔ ضرورت سے زیادہ نہ جاگنا اور جو بدنی عیش کی خدا نے تمہیں طاقت بخشی ہے وہ توفیق کے مطابق رکھنا۔ جہاں زیادتی کرو گے وہاں سب کچھ گنوا بیٹھو گے۔ تو یہ پابندیاں ہیں جن کے اندر آزادیاں مضمر ہیں۔

پس آپ اگر نظام جماعت کے ساتھ عدل کریں گے اور اس عدل کے تمام باریک تقاضے پورے کریں گے تو آپ کو آزادی کے سانس نصیب ہونگے۔ آپ کو چین اور گہری طمانیت کے سانس نصیب ہونگے۔ پس اس پہلو سے آپ نظام جماعت کی حفاظت پر مستعد ہوں اور اس کے سامنے سر جھکائیں کیونکہ یہ خدا کے سامنے سر جھکانا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں نظام کیا چیز ہے یونہی خواہ مخواہ بنایا ہوا ہے نظام، نظام۔ امر واقعہ یہ ہے کہ نظام خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ کا قائم کردہ ہے اور یہ جو بیعت ہے نظام کی خاطر کی جاتی ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ماننے والے جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے بیٹھے تھے انہیں ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اس بیعت میں جو اطاعت کا اقرار ہے اور پھر اس پر اصرار ہے اور بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم ضرور اطاعت کریں گے یہ صاف بتا رہا ہے کہ محض دین عقائد کا نام نہیں ہے یا شریعت کے عام فرائض کو پورا کرنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص باقاعدہ نظام کا جزو بن کر اس کے سامنے سر نہیں جھکاتا وہ عملاً دین سے باہر رہتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان لانا، قرآن کو سچا سمجھنا اپنی جگہ الگ مضمون تھا اور آپ کی بیعت میں داخل ہونا ایک الگ مضمون تھا۔ پھر آپ کے وصال کے بعد وہ بیعت کام نہیں آئی حالانکہ محمد رسول اللہ سے کی ہوئی بیعت سے بڑھ کر اور کون سی بیعت ہو سکتی تھی۔ ہر شخص کو مجبور کر دیا گیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اور جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت پر مجبور کر دیا گیا۔ حضرت عمرؓ کا وصال ہوا تو عثمانؓ کے ہاتھ پر۔ آپ کا وصال ہوا تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر۔ رضوان اللہ علیہم۔ وہ لوگ جب نظام کا نمائندہ بنے ہیں تو ان کے سامنے تمام مسلمانوں کی جماعت کو سر جھکانے پر مجبور کیا گیا ہے۔ یہ نظام ہے جس کی غلامی میں آنا آپ کے لئے آزادی کا پیغام ہے۔ یہی وہ نظام ہے جس کا آغاز ہی فرشتوں کو اس حکم سے ہوا تھا کہ جب میں آدم کو ٹھیک ٹھاک کر لوں، جب میں اس میں روح پھونک دوں تو سجدہ کر دینا۔ اب لفظ سجدہ بڑا بھاری لفظ ہے۔ بہت سے علماء کو مصیبت پڑی ہوئی ہے یہ مسئلہ حل کرنے میں کہ سجدہ غیر اللہ کو اور حکم اللہ دے رہا ہے۔ اگر کسی اور کا حکم ہوتا تو وہ کہہ بھی دیتے کہ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اللہ حکم دے رہا ہے کہ اے فرشتو! جو بظاہر دنیا کی سب سے بلند مخلوق ہو جب آدم کو میں برابر کر لوں۔ اب دیکھیں "سویٰ" کا جو مضمون ہے وہ عدل کا ہے۔ تو جب آپ قرآن کریم کی سچی تفسیر کرتے ہیں تو ہر آیت اس کی تائید میں اٹھ کھڑی ہوتی ہے ایک مضمون دوسری آیتوں کو دعوت دے کے بلاتا ہے کہ آؤ میرے حق میں گواہی دو۔

پس عدل وہ "سویٰ" کا مضمون ہے جس کے بعد آسمان سے امر اترتا ہے اور عدل کے بغیر کسی کو مامور بنایا جا ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ عدل اور ماموریت کا ایک ازلی تعلق ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ یہ آدم ہے جب اس کے اخلاق درست ہو جائیں، جب اس کے اندر توازن پیدا ہو جائے، جب اس کا بدن درست ہو جائے، جب اس کی روح درست ہو جائے، اس کا مزاج درست ہو جائے پھر میں اس میں اپنی روح پھونکوں گا۔ "فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین" (الحجر: ۳۰)۔ جب میں اپنی روح پھونک دوں پھر تمہارا فرض ہے کہ اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔ پس لفظ سجدہ پر جو مفسرین کو اور علماء کو مصیبت پڑ گئی کہ یہ خدا نے کیا کر دیا کہ غیر اللہ کے سامنے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ سجدہ کریں۔ تو امر واقعہ یہ ہے کہ سجدہ میں جو کامل اطاعت کا مضمون ہے وہ یہاں پیش نظر ہے۔ کیونکہ جو شخص سر ٹیک دیتا ہے زمین پر، جس کے ہاتھ بھی سامنے بندھے ہوئے، جس کے پاؤں بھی ایسی حالت میں ہیں کہ وہ ننگا ہو جاتا ہے۔ اپنے دفاع کی کچھ بھی طاقت نہیں رکھتا اور وہ فیصلہ کرنے کی بھی کوئی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ اسے کچھ اور دکھائی ہی نہیں دیتا سوائے مٹی اور زمین کے۔ جس مٹی سے وہ نکلا تھا وہی مٹی اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اگر انسان ہو تو۔ تو اس سے بڑھ کر بے اختیاری اطاعت کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر خدا نے حکم دیا ہے۔

محض دین عقائد کا نام نہیں ہے یا شریعت کے عام فرائض کو پورا کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ جو شخص باقاعدہ نظام کا جزو بن کر اس کے سامنے سر نہیں جھکاتا وہ عملاً دین سے باہر رہتا ہے

پس وہ نظام کا قیام ہے جس کی حفاظت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس حد تک فرمائی کہ فرمایا کہ جو میرے امیر کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور "ومن عصی امیری فقد عصانی و من عصانی فقد عصی اللہ" جس نے میرے مقرر کردہ امیر کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا ہے۔ ———— ، جس نے میرا انکار کیا اس نے خدا کا انکار کر دیا۔ تو اب بتائیں نظام جماعت کی کتنی اہمیت نکلتی ہے۔ رسول اللہ کی براہ راست اطاعت سے باہر جانے کا تو کوئی مومن تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور حیرت انگیز اس تشریح میں رفعت بھی ہے اور انکساری بھی ہے۔ فرمایا کہ میری خاطر بیعت نہ کرنا، میری اطاعت نہ کرنا۔ میں تو کچھ بھی نہیں اگر خدا میرا نہ ہو۔ اگر خدا کا امر مجھ پر نازل نہ ہو تو میری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پس جس کو میں امیر مقرر کرتا ہوں اس کی حیثیت بھی نہ دیکھنا اس کی تو حیثیت بنتی اس بات سے ہے کہ میں اسے کچھ کہتا ہوں۔ ویسی ہی بات ہے جیسے غالب کہتا ہے ؎

بنے ہے شاہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

کہ بادشاہ کا مصاحب ہو گیا، بادشاہ نے اس کو عظمت بخشی، اس پر رحم کیا، اسے اپنے قریب آنے کی توفیق دی تو دیکھو گلیوں میں بھی بڑے اتراتے ہوئے پھرتا ہے اور بڑے شان سے قدم اٹھاتا ہے کہ میں بادشاہ کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔ ورنہ غالب کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں ورنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے۔ کوئی عزت نہیں، کچھ بھی نہیں۔

ارشاد نبوی
(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)
(منجانب)
از۔ اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبان دعا:۔
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگولین کلکتہ ۔ 700001
فون نمبرز۔
2430794 · 2481652 · 248522

NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
GUARANTED PRODUCT
A TREAT FOR YOUR FEET
Soniky
HAWAI
NTR
NEW INDIA RUBBER WORKS (P)LTD
34 , A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA - 15

☎ 543105
STAR CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105 / 661, OPP, BLOCK NO - 7 FAHIMABAD COLONY
KANPUR - 1 - PIN 208001

تو نبی کی عزت خدا کی مصاحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگرچہ وہ اتراتا تو نہیں پھرتا مگر دل میں جانتا ہے کہ خدا کے قرب کی وجہ سے اس نے سب عزتیں پائی ہیں۔ پھر جب وہ کسی کو اپنا نمائندہ بنائے تو اس کو بھی کچھ ملتا ہے اس کی اطاعت میں، اس کی غلامی میں، اس کی مصاحبت کے نتیجے میں ہی ملتا ہے ورنہ اپنی ذات میں تو کوئی آبرو نہیں۔

عدل کا یہی تقاضا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو حق جس کو دیا ہے اس کا حق سمجھو اور اس کے سامنے پوری محبت سے جھکو

پس وہ لوگ جو امراء سے بدتمیزیاں کرتے ہیں، جو امراء کے خلاف سر اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کیا امیر ہے۔ اس ..نے فلاں بات کی، فلاں بات غلط ہوئی، فلاں بات غلط ہو گئی، اس کی بات سن لی، اس کی نہیں سنی، ان لوگوں کو مذہب کی الف ب کا بھی نہیں پتہ۔ اور یہ عدل کا فقدان ہے نظام جماعت سے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کر رہا ہوں اور ہالینڈ میں خصوصیت سے اس کی ضرورت ہے یا ضرورت تھی۔ اور خدا کرے کہ اب نہ رہی ہو اور اسی طرح ڈنمارک کی بات ہے وہاں میں نے ابھی ایک وفد بھیجا تھا۔ وہ ملک بھی بیمار ہے کئی پہلو سے اور بیماری کی جو بنیاد ہے اصلی آخری نقطہ یہی ہے کہ جو بھی امیر مقرر کیا جائے اس کے نقص نکالتے اس سے بدتمیزی کرتے ہیں اور ایک کے بعد دوسرے کو استعمال کر لیا جائے لیکن ان کے چال چلن میں کوئی فرق نہیں۔ بوڑھے کو کیا تب اس کی عزت نہ کی، جوان کو کیا تب اس کی عزت نہ کی، صاحب علم کو کیا تب اس کی عزت نہ کی، ایک عام آدمی مگر منکسر مزاج کو مقرر کیا تو تب بھی اس کی عزت نہ کی۔ تو اگر ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دین پر قائم ہیں اور نظام جماعت کیا چیز ہے، معمولی سی حیثیت ہے، ہم اس کا اگر نوٹس بھی نہ لیں، اس کو کسی خاطر میں نہ لے کے آئیں تو ہماری احمدیت تو اپنی جگہ ہے۔ ہم چندے بھی دیتے ہیں، ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، ہم نے خلیفہ وقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے ہمیں اور کیا ضرورت ہے۔ یہ امیر اس کی کیا حیثیت ہے، یہ تو جاہل آدمی ہے۔ کبھی اس کی سنتا ہے، کبھی اس کی سنتا ہے، ہماری بات تو سنتا ہی نہیں۔ اس قسم کے نفس کے بہانے ہیں جو انسان کو طرح طرح کے دھوکے دیتے ہیں اور ایسا شخص عدل سے گر جاتا ہے۔

عدل کا یہی تقاضا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو حق جس کو دیا ہے اس کا حق سمجھو اور اس کے سامنے پوری محبت سے جھکو۔ اب اس کی ایک اور مثال ہے کہ دیکھیں ماں باپ کے متعلق فرمایا کہ اگر بوڑھے ہو جائیں تو ان کے سامنے اف بھی نہیں کرنی۔ اف نہ کرنے کا مطلب صاف ہے کہ انہوں نے کوئی زیادتی کی ہے، کوئی سختی کر بیٹھے ہیں۔ یا روزمرہ کی عادتیں ایسی ہیں جو تنگ کرتی ہیں۔ تو فرمایا ان کے سامنے اف بھی نہ کرنا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ جس شخص کو اپنے ماں باپ، رشتہ داروں، عزیزوں سب سے زیادہ پیارا یہ وجود نہیں ہے اس کو ایمان کا پتہ ہی کچھ نہیں۔ جس کے دل میں سب سے زیادہ قدر محمدؐ رسول اللہ کی نہیں ہے وہ جانتا ہی نہیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ تو دیکھو نظام کا نمائندہ چونکہ خدا کے نظام کے آپ نمائندہ ہیں آپ کا یہ مقام اور مرتبہ اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے۔ پس زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے نا کہ ایک امیر نے جو درجہ بدرجہ، سلسلہ بہ سلسلہ آخر حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ ہی کا تو نمائندہ ہے ورنہ اس کی امارت کی کچھ بھی حیثیت نہیں ہے۔ اگر یہ سلسلہ وہاں سے شروع نہ ہوتا تو نہ خلیفہ کی کوئی اہمیت، نہ امیر کی کوئی اہمیت، نہ کسی عہدیدار کی سب بے معنی مٹی کے مادھو بن جاتے کیونکہ ان میں امر نہ رہتا۔ ان میں وہ روح نہ پھونکی جاتی جو آسمان سے اترتی ہے اور محمدؐ رسول اللہ کے وسیلے سے پھر آگے نظام جماعت کے کل پرزوں کو نصیب ہوتی ہے۔

پس اس پہلو سے یاد رکھیں کہ وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نمائندگی میں آپ پر مقرر ہے اگر وہ زیادتی بھی کرتا ہے تو یہ کیوں نہیں یاد کرتے کہ ماں باپ کے متعلق تو خدا نے فرمایا ہے اف بھی نہیں کرنی۔ تو اگر یہ زیادتی کرتا ہے تو اس کی تو شکایت کا ہمیں حق ہے لیکن بدتمیزی کا کیا حق ہے۔ اف نہ کرنے کا کم سے کم اتنا مطلب تو لیں کہ اس کے سامنے آواز اونچی نہ کریں۔ ادب اور پیار کے ساتھ اسے سمجھانے کی کوشش کریں کہ دیکھیں آپ نے مجھ پہ زیادتی کی ہے اور اگر وہ نہیں مانتا تو پھر جیسا کہ نظام جماعت آپ کو اجازت دیتا ہے آپ اس کی شکایت بالا افسروں تک کر سکتے ہیں۔ اور پھر سارا نظام عدل پر مبنی ہے اس لئے لازم ہے کہ اس کی شکایت کا ازالہ ہو اگر وہ عدل کے اوپر مبنی شکایت تھی۔

لیکن دوسری ناانصافی پھر یہ لوگ یہ کرتے ہیں کہ جس کو بھیجا جائے اگر اس کا فیصلہ کسی ایک کے خلاف ہو اور کسی دوسرے کے حق میں ہو تو ہمیشہ بلا استثناء یہ چٹھی لکھتے ہیں کہ آپ کے نمائندوں نے عدل سے کام نہیں لیا، انصاف سے کام نہیں لیا۔ اور بعض ایسی جماعتیں ہیں دنیا میں جہاں تیس تیس، چالیس چالیس سال سے یہی جھگڑا چلا آرہا ہے۔ وہ ناسور ایسا ان کے اندر داخل ہوا ہے کہ کینسر بن کے سارے بدن میں پھیل گیا ہے۔ کبھی آج تک ایسا نہیں ہوا میں پرانی یاد سے جب میرا خلافت سے ایک محض غلامی کا، اب بھی غلامی کا تعلق ہے مگر اور رنگ کا ہے، پہلے بھی غلامی کا تعلق تھا۔ اس وقت وقف جدید کی حیثیت سے یا خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے میں جماعتوں کے دورے کرتا تھا اور ان جماعتوں کو دیکھتا تھا، جانتا ہوں، ابھی بھی جانتا ہوں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہر کوشش آپ نظام جماعت کر دیکھے۔ ایسے لوگوں کو بھی چنے جو ان کے نمائندے ہوں۔ ان سے کہا جائے کہ جناب اب آپ اپنا نمائندہ مقرر کریں اور وہ ان کے خلاف فیصلہ دے تو کہتے ہیں دیکھو نا انصافی کر گیا ہے یہ شخص۔ فلاں کی روٹی کھا گیا تھا، فلاں نے اس وقت ایک دفعہ اس پر یہ احسان کیا تھا۔ کم عقل آدمی ہے ہماری پوری بات سنی نہیں دوسرے کی باتوں میں آگیا۔

تو وہ لوگ جو یہ عذر رکھتے ہیں کہ نظام عدل نہیں کرتا ان سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں کیونکہ وہ خود نظام سے عدل نہیں کر رہے۔ کیونکہ نظام سے عدل کا مطلب ہے کہ وہ جب بھی کوئی فیصلہ کرے پھر اس کے سامنے سر جھکاؤ۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے متعلق فرماتے ہیں اگر میں بھی کسی چرب زبان انسان کی دلیل سن کر اس بات میں مطمئن ہو جاؤں کہ کوئی جائیداد اس کی ہے دوسرے کی نہیں تو اگر وہ اسے لے لے گا تو آگ کا ٹکڑا ہے جو وہ قبول کرے گا اور آگ کا ٹکڑا ہے جو وہ کھائے گا۔ اس لئے اسے چاہئے کہ وہ اسے واپس کر دے۔ مگر یہ احتمال ایک کھول دیا، ایک ایسا احتمال کھولا جو عملاً آپ کی ذات میں ممکن ہی نہیں تھا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے زیادہ صاحب فراست اور باریک اور لطیف نظر سے دیکھنے والا کبھی دنیا میں نہ پیدا ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تعریف کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، سب سے زیادہ حضرت محمدؐ رسول اللہ پر صادق آتی ہے۔ اس کے باوجود آپ کا یہ کہنا کہ میں بھی غلط فیصلہ کر دوں تو قبول ضرور کرنا ہو گا لیکن از خود پھر غلط فیصلے کو درست کرنے کی خاطر جو حق تمہیں دیا گیا ہے، جب کہ تمہارا حق نہیں تھا، اسے شوق سے خود واپس کرو۔ لیکن تعمیل ضرور ہوئی۔ یہ نکتہ لوگ نہیں سمجھتے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو غلط فیصلہ کر ہی نہیں سکتے مگر فرماتے ہیں اگر میں بھی کروں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق چوری کا کوئی دور کا تصور بھی ممکن نہیں مگر فرماتے ہیں کہ میری بیٹی فاطمہ بھی اگر چوری کرے تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا۔ یہ عدل ہے، حیرت انگیز عدل ہے۔ اور انسانی بشری کمزوری کے حق کو اپنی ذات میں تسلیم کرنا دراصل عدل کا تقاضا تھا۔ آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ میں نبی اللہ ہوں، نبیوں کا سردار ہوں، مجھ سے کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ عدل کے خلاف ہوتا کیونکہ آپ بشر بھی تھے اور ایک بشر لاعلمی میں بعض دفعہ کوئی بات سن کر ایک غلط نتیجہ نکال بھی سکتا ہے۔ پس عدل کا عجیب مضمون ہے وہ بڑوں پر بھی چسپاں ہوتا ہے، چھوٹوں پر بھی چسپاں ہوتا ہے، ہر زندگی کے پہلو پر مختلف بھیس بدل کر آتا ہے مگر اسے پہچاننا ہو گا۔ کیونکہ عدل ہی میں ہماری زندگی ہے اور عدل ہی کے نتیجے میں پھر امر پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر آپ امر سے عدل نہ کریں تو یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ صاحب امر سے عدل کرنا لازم ہے اور اس عدل کا یہ تقاضا ہے کہ آپ اس کے فیصلے کے سامنے سر جھکائیں۔ اور پھر اگر آپ کا کوئی حق ہے تو یا بالا نظام سے مانگیں یا خدا کے سپرد کر دیں۔

اور وہ لوگ جو سچے دل سے خدا کے قائم کردہ امر کے سامنے سر جھکاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا کبھی کوئی نقصان نہیں ہونے دیتا۔ اگر وہ ایک غلط فیصلے کو غلط سمجھتے ہوئے بھی قبول کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ آسمان سے ان کی کمی پوری کرتا اور اس کثرت سے ان کو نعمتیں عطا فرماتا ہے کہ اگر ان کو شعور ہو تو اس تصور سے بھی وہ شرم سے پانی پانی ہو جائیں کہ ہم اپنے آپ کو بڑا کوئی تیس مار خان سمجھ رہے تھے کہ ہم نے دیکھو عدل کی خاطر ایک غلط فیصلے کو قبول کر لیا۔ معمولی سا ایک قصہ ہے جو دنیا میں ہر روز کرتے ہی ہیں۔ اب دیکھو دین کے معاملے میں کتنے نخرے شروع ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے سر دیکھو کتنا بلند ہونے لگتے ہیں۔ عام عدالتوں کے سامنے مجال ہے ان کی یہ بات کہیں کہ تم نے عدل کے خلاف بات کی ہے اس لئے ہم یہ بات نہیں مانیں گے۔ حکومت جوتیاں مار کے ان سے بات منوائے گی۔ مگر چونکہ خدا کی جوتی دکھائی نہیں دیتی اس لئے چھوٹی سی بات کے اوپر سر اٹھاتے اور زبانیں دراز کرتے اور کہتے ہیں دیکھو امیر نے عدل نہیں کیا اس لئے ہم بکلی آزاد ہیں۔ ہم پابند نہیں ہیں کہ اس کی بات کو مانیں۔ لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ کی سوٹی یا اللہ کی جوتی دکھائی نہ بھی دے تو موجود ضرور ہے اور وہ ضرور گرتی ہے۔ اور ضرور سرکوبی کرتی ہے ایسے باغیوں کی جو خدا کے قائم کردہ اس کے ایسے نمائندوں کو جو اس کی طرف سے صاحب امر بنائے جاتے ہیں ان کو حقیر سمجھتے اور اس کی شان میں گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کہہ دیا کچھ بھی نہیں ہوا۔ کچھ بھی نہیں ہوا تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔ لیکن اس نے بے چارے نے کیا بگاڑنا ہے جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کی تو حیثیت بنی ہی اس وقت تھی جب اس کو کوئی امارت سونپی گئی۔ اس سے پہلے عام شہری آپ کی طرح چلتا پھرتا تھا اس کو کسی کو کچھ کہنے کا کوئی اختیار ہی نہیں تھا۔ تو جس نے سب کچھ خدا کی خاطر قبول کیا ذمہ داری کے لئے۔ اور دراصل امر ایک مصیبت ہے۔ امر ان معنوں میں مصیبت ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری آپڑی ہے بیٹھے بٹھائے ایک انسان کے اوپر کہ اس کے مقابل پر جو بے امر کا روزمرہ پھرنا ہے وہ بہت زیادہ آسان اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امر آگیا ہے اچھا جی بڑا ہی اونچا چڑھ گیا ہے یہ شخص، ہم پر حکومتیں جتانے لگا ہے، ہمیں حکم دیتا ہے۔ حالانکہ اس بے چارے غریب کے دل کا یہ حال ہو گا کہ اسے یہ بھی مصیبت ہو گی کہ کسی بھائی کو کسی معاملے میں مجبور کرے اور خدا کے نام پر اس سے تعاون کی درخواست کرے۔ تو تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ لوگ نظام جماعت سے عدل سیکھیں اور عدل کے مضمون پر غور کرتے رہیں۔ ابھی تو میں نے آپ کو ہزارواں حصہ بھی وہ نہیں بتایا جو خدا تعالیٰ نے مجھے عدل کے مضمون کے اوپر نظر ڈالنے کی توفیق بخشی ہے۔ زندگی کے ہر شعبے پر گہری نظر ڈال کر آپ کو عدل کے ایسے لطیف

مظاہر دکھائی دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور انسان خدا کی عظمت کے سامنے ورطہ حیرت میں غرق ہو جاتا ہے۔

وہ لوگ جو سچے دل سے خدا کے قائم کردہ امر کے سامنے سر جھکاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا کبھی کوئی نقصان نہیں ہونے دیتا

پس آپ بھی ان باتوں پر غور کیا کریں اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے عدل کے مضمون کو جتنا سمجھیں گے، جتنا اس کا عرفان ہو گا اتنا ہی آپ کو عدل کرنے کی توفیق ملے گی۔ ورنہ موٹا موٹا عدل ہے جو آپ کر سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں کر سکتے۔ اور جوں جوں انسان ترقی کرتا ہے موٹے عدل کا مضمون پیچھے پیچھے رہ جاتا ہے۔ اوپر کی ترقی باریک عدل کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ درجے وہیں کھڑے ہو جائیں گے جہاں موٹے عدل کا مقام آ گیا ہے۔ اور باقی ساری ترقیاں باریک عدل کے تقاضوں کے پورا کرنے سے آتی ہیں۔ پس خدا کے قرب کے مزے لوٹتے ہیں، روحانی لذتیں حاصل کرتی ہیں، بلند فضاؤں میں اڑنا ہے تو عدل کو اختیار کریں۔ لیکن عدل کو سمجھیں گے تو اختیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے اور آپ کے حوالہ سے میں دنیا کی تمام جماعتوں کو بھی اس مضمون کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ ایک دو جماعتوں کے میں نے نام لئے ہیں مجبوراً، کیونکہ بعض کی طرف سے بہت دیر سے تلخیاں پہنچ رہی ہیں۔ صرف ان کو سمجھانے کے لئے کہ اب خدا کا خوف کرو ورنہ پھر نظام عدل تم سے کچھ اور سلوک کرے گا۔ اور باقی اور بھی ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا مگر میں جانتا ہوں۔ مختلف ملکوں میں کئی ایسے گڑھ ہوتے ہیں جہاں ایک دو یا چند بیمار ایک بیماری کی گٹھلی بنا لیتے ہیں۔ ارد گرد کا بدن صحت مند بھی ہو تو وہ گٹھلی اکیلی ہی اس کو کمزور کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ہر وقت کا زہر اس گٹھلی سے گھل گھل کر سارے بدن کو دکھوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ پس یہ نہیں میں کہتا کہ جن جماعتوں کا میں نے حوالہ دیا ہے ان میں سارے ہی بیمار ہیں مگر یہ میں ضرور کہتا ہوں کہ گٹھلیاں ضرور ہیں۔ اور ساری گٹھلیاں ظلم کی گٹھلیاں ہیں، عدل کے فقدان کی گٹھلیاں ہیں، تکبر کی گٹھلیاں ہیں۔ یا تو ان کو کچل کے باہر نکال کے پھینکا جائے یا ان کو کاٹ کر باہر پھینکا جائے یا پھر اگر وہ سارے بدن میں زہر سرایت کر گیا ہے تو اس کا علاج تو پھر یہی ہے کہ اس سارے بدن سے قطع تعلقی اختیار کر لی جائے۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ مگر میں امید رکھتا ہوں کہ جو فکر کرنے والے لوگ ہیں اس مضمون کے اوپر غور کریں گے اور نظام جماعت کی پابندی خدا کی خاطر اس کی رضا کے لئے، نہ کہ بندوں کے منہ دیکھ کر کریں گے۔ اگر ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ آپ پر بے شمار برکتیں نازل فرمائے گا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی۔ پس نظام عدل ہی سے ہماری زندگی اور ہماری تمام ترقیاں وابستہ ہیں۔ اللہ ہمیں اس کو قائم رکھنے اور اس کی وفا کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کلکتہ میں سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ بنگال

مورخہ ۴ اور ۵ مئی ۹۶ء کو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و احسان کے ساتھ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ بنگال بڑے جوش و خروش کے ساتھ کلکتہ میں منعقد کیا گیا۔ اس جلسے میں ۳ تاریخ سے ہی دُور دراز مضافات سے لجنات ناصرات اور اطفال شامل ہونے لگے۔ اور کلکتہ میں بہترین رنگ میں اس جلسے کی تیاری کی گئی۔ کلکتہ مشن ہاؤس کے وسیع احاطے کے باوجود الگ سے ایک شامیانہ لگایا گیا تاکہ ۲۰۰ افراد کے رہائش اور طعام کا اچھے رنگ میں انتظام ہو سکے۔ یہ جلسہ ۴ تاریخ کو نماز تہجد و فجر کی ادائیگی کے بعد زیر صدارت صدر لجنہ اماء اللہ بنگال و آسام شروع ہوا۔ اس میں لجنات نے بڑے اچھے رنگ میں تلاوت، تقاریر اور نظموں میں حصہ لیا۔ یہ سلسلہ دوسرے دن بھی جاری رہا۔ آخری دن کھیل وکود کے مقابلے ہوئے اور اوّل، دوم اور سوم آنے والی ممبرات کو انعامات دئے گئے۔

جلسے کے انتظامات محترم امیر صاحب بنگال و آسام (محترم ماسٹر محمد مشرق علی صاحب) کی نگرانی میں اُن کے معاونین نے انجام دیئے۔ یہ اجتماع کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ مہمانانِ کرام کی رہائش اور ضیافت کا کام شعبہ ضیافت کے سپرد تھا۔ جس کے لئے مکرم شہزادہ پرویز صاحب اور دوسرے دوستوں کا خصوصی تعاون رہا۔ اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے تعاون دینے والوں کو اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطا فرمائے۔

(ایاز احمد بھٹی۔ سیکرٹری ضیافت بنگال و آسام)

بدر کی توسیع اشاعت آپکا فریضہ ہے۔ (مینیجر بدر)

بقیہ اداریہ صفحہ نمبر ۲

معاندانہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر آنکھیں بند کر کے خُدا کے ایک مقدس بندے پر زبان درازی کرتے ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس طرح والہانہ نثار تھا کہ خود اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں کے لئے بھی خُدا سے دُعا کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نیک ہدایت دے۔

دیوبندی بزرگ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت مرزا غُلام احمد قادیانیؑ اسلام کے سچے خادم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے اور یہ لوگ آپ کے لافانی کلام کے دل سے معترف تھے۔ اس لئے آپ کی تحریرات کو چرا چرا کر اپنی کتابوں میں درج کیا کرتے تھے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے حضور اقدس کی کئی کتابوں سے حوالہ جات چرا کر اپنی کتب میں درج کئے ہیں۔ اس تعلق میں ہم کسی وقت آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالیں گے۔

ہم اس موقعے پر اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے احمدیت کا پودا آج سے سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگایا تھا۔ اگر یہ خُدا کے ہاتھ کا لگایا ہُوا پودا نہ ہوتا تو ان مولویوں کو اس کے اکھاڑنے کی اور اس کے خلاف زور لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اللہ تعالے نے خود ہی اس کو نیست و نابود کر دیتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مولوی اس الٰہی درخت کو جس قدر اکھاڑنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے مزید مضبوطی عطا کرتا ہے۔ اور دینِ اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق دیتا ہے چنانچہ قادیان پنجاب اور ہندوستان سے نکل کر یہ روحانی آواز آج دنیا کے ڈیڑھ صد ملکوں میں پھیل گئی ہے۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل دن رات دینِ اسلام کی تبلیغ کر رہا ہے۔ دنیا میں ہزاروں مسجدیں تعمیر کی جا چکی ہیں سینکڑوں مبلغین اسلام کام کر رہے ہیں لاکھوں کالے اور گورے افریقہ اور یورپ کے ممالک میں اسلام قبول کر رہے ہیں اور جماعت کے ہزاروں مبلغین مفت مسلمانوں کے بچوں کو دیہاتوں اور شہروں میں دینِ اسلام کی تعلیم دے رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ یہ چاہتی ہے کہ گاؤں گاؤں میں آئندہ ایسے نوجوان تیار کر دئے جائیں جو اپنے گاؤں کے دینی کاموں کو خود ہی سنبھال لیں خود ہی نمازیں پڑھائیں۔ جنازے پڑھائیں۔ نکاح پڑھائیں۔ جماعت احمدیہ یہ چاہتی ہے کہ گاؤں گاؤں سے جہالت کا خاتمہ کیا جائے تاکہ مولوی تعویذ گنڈوں کی رقمیں نہ لوٹ سکیں۔ جماعت احمدیہ یہ چاہتی ہے کہ گاؤں گاؤں سے ان تمام بری رسموں کا خاتمہ کیا جائے جو آج مسلمانوں کے گلے کا طوق بن چکی ہیں اور جن کی وجہ سے وہ غیر مسلموں کے مقابلہ میں زندگی کے ہر میدان میں پچھڑے ہوئے ہیں۔

پس تمام مولویوں کو چاہیئے کہ وہ مخالفت چھوڑ کر اس نیک کام میں شامل ہوں کیونکہ یہ مخالفت ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:۔

"دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالکِ حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے.... اے لوگو! تم یقیناً سمجھو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خُدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا۔ جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے.... پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا.... جس طرح خُدا نے پہلے ماموروں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خُدا کے ماموروں کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خُدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو"۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۳-۱۴)

اللہ تعالیٰ رُوئے زمین پر اسلام کا بول بالا کرے اور ہر ایک کو نیک ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

(ختم شُد)

(منیر احمد خادم)

(دوسری قسط)

حیاء کے پردے سے بہتر اور کوئی پردہ نہیں

حیاء کا پردہ اٹھا کر یا اسے پھاڑ کر جس لذت کو بھی آپ حاصل کرتے ہیں یا کرتی ہیں وہ لذت گناہ ہے اور وہ لذت آپ کے آخری مفاد کے خلاف ہے

(خطاب سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع جلسہ سالانہ مستورات بتاریخ ۸ ستمبر ۱۹۹۵ء بمقام من ہائیم، جرمنی)

قرآن کریم میں جو حضرت موسیٰؑ کا واقعہ بیان ہوا ہے وہاں بھی حیاء کا مضمون ایک خاص انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ جب دربدر ہو کر اپنا وطن چھوڑ کر ایک دوسرے وطن میں پہنچے تو وہاں مسافر کے طور پر ابھی نئے نئے آئے تھے، ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تھے، آپ نے دیکھا کہ وہاں کچھ گڈریئے اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان کے مویشی کثرت کے ساتھ تھے کیونکہ بعض Water Hole کہلاتے ہیں یعنی پانی پینے کی جگہیں جہاں جانور کافی دور کے علاقے سے لائے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کا اس جگہ انتخاب بھی اس وجہ سے تھا کہ یہاں لوگ آئیں گے تو کوئی واقفیت پیدا ہوگی، کوئی سر چھپانے کی جگہ ملے گی اور کثرت سے گڈریئے آئے ہوئے تھے۔ وہاں دو عورتیں بھی تھیں جو ایک طرف کھڑی تھیں یا دو لڑکیاں تھیں جو ایک طرف کھڑی تھیں۔ ان کی بھی بکریاں وغیرہ تھیں جنہیں وہ پانی پلانا چاہتی تھیں لیکن کوئی ان کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ حضرت موسیٰؑ چونکہ غیر معمولی طاقتور اور جوان مرد تھے آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم ایک طرف کیوں کھڑی ہو۔ انہوں نے کہا جب تک یہ سارے مرد پانی پلا کر چلے نہ جائیں ہماری باری نہیں آئے گی۔ آپ نے کہا نہیں میں پلاتا ہوں۔ چنانچہ ان کی بھیڑ بکریاں جو بھی تھیں یا جتنی بھی تھیں انہیں لے کر انہوں نے مردوں کو ہٹا کر پانی پلایا اور واپس جا کر خاموشی سے اسی درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ انہوں نے جا کر اپنے والد سے ذکر کیا کہ ایک ایسا شریف النفس انسان ہم نے دیکھا ہے، اس نے محض خدمت کی خاطر ہماری طرف توجہ دی اور جب ہماری بھیڑ بکریوں کو پانی پلا دیا تو خاموشی سے اپنی جگہ جا کر بیٹھ رہا۔ اور ان میں سے ایک نے اپنے باپ کو یہ مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم اس کو ملازم رکھ لیں کیونکہ شریف النفس تو ہے ہی اور اپنے گھر میں رہنے کے لئے ایک شریف النفس انسان چاہئے کیونکہ لڑکیاں ہیں، لڑکا کوئی نہیں۔ اس لئے ایسا شخص جو امین بھی ہو، طاقتور بھی ہو اس سے بہتر ملازم آپ کو نہیں مل سکتا تو کیوں نہ اسے ملازم رکھ لیں۔

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے ایک لڑکی کو حضرت شعیبؑ نے (یعنی یہ نبی شعیب نہیں بلکہ دوسرے شعیب ہیں) انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے پاس بھیجا کہ جاؤ اس کو بلا لاؤ۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ جس نے مشورہ دیا تھا بعید نہیں کہ اسی کو بھیجا ہو۔ اس دفعہ جب وہ گئی تو اکیلی گئی ہے تو قرآن کریم فرماتا ہے "تمشی علی استحیاء" (سورہ القصص: ۲۶) وہ حیاء سے لجاتی ہوئی، لچکتی ہوئی گئی۔ اب صاف پتہ چلتا ہے کہ وہی لڑکیاں اپنی طرف کھینچنے کی طرف ان کا کوئی رجحان نہیں تھا، سیدھی سادی باتیں کر رہی تھیں۔ مگر جب اکیلی گئی تو شرما گئی اور اس شرمانے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے "تمشی علی استحیاء" کر کے بڑے خوبصورت انداز میں فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ شرمانا اس کو ایک غیر معمولی حسن بخش رہا تھا۔ پس جب وہ دونوں حضرت شعیب کے گھر پہنچے ہیں تو حضرت شعیبؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم میرے ملازم ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر ان دونوں میں سے ایک سے تمہاری شادی کرنے پر آمادہ ہوں کہ تم کم سے کم آٹھ سال میری خدمت کرو اور چاہو تو دو اور بڑھا دو اور دس سال کر دو۔ اب حضرت شعیبؑ کی عمر چونکہ زیادہ تھی اس لئے انہوں نے اندازہ لگایا کہ آگے آٹھ دس سال میں زندہ رہوں گا، اس عرصے میں میرے سارے کام ہوتے رہیں گے اور اگرچہ یہ امین ہے، اگرچہ یہ بااخلاق انسان ہے مگر پھر بھی ایک گھر میں دو لڑکیوں اور ایک مرد کا اکٹھا رہنا مناسب نہیں ہے۔

اس ساری کہانی سے بہت سی باتیں مترشح ہیں، بہت سے سبق ہمیں ملتے ہیں لیکن جو بات آج میں بیان کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حیاء کا ذکر کیسے عمدہ موقع پر فرما رہا ہے۔ یہ حیاء اس کے لئے جاذب نظر تھی، کشش کا موجب تھی اور بعید نہیں کہ جس طرح قرآن نے بیان فرمایا ہے اس بچی سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادی ہوئی ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حیاء کا دیکھیں کیسا عمدہ نکتہ ہمارے سامنے رکھا کہ مرد ہو یا عورت جس میں حیاء ہو وہ اچھی لگتی ہے۔

☆ حضرت ابو مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں، بخاری کتاب الادب سے یہ روایت لی گئی ہے کہ سابقہ انبیاء کے حکیمانہ اقوال میں سے جو لوگوں تک پہنچتے رہے ایک یہ ہے کہ جب حیاء اٹھ جائے تو پھر انسان جو چاہے کرتا پھرے۔ الفاظ یہ ہیں "اذالم تستحی فاصنع ماشئت" (بخاری کتاب الادب باب اذالم تستحی فاصنع ما شئت)۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر گناہوں کا ارتکاب بے حیائی کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس پہلو پر انسان بہت کم نظر کرتا ہے کہ ہر گناہ کا آغاز بے حیائی سے ہوتا ہے اور حیاء توڑ کر گناہ کرنا پڑتا ہے۔ پہلی دفعہ اگر کوئی بچہ چوری کرے تو چوری سے بھی حیاء آتی ہے۔ اگر کوئی پہلی بار جھوٹ بولے تو جھوٹ سے بھی حیاء آتی ہے۔ بدتمیزی کرے اور اگر پہلی بار بالارادہ بدتمیزی کرتا ہے تو لازماً اس کو اس بدتمیزی سے بھی حیاء آئے گی۔ پس حیاء ہر گناہ کے رستے کی ایک روک ہے اور بے حیائی ہر گناہ کے لئے دروازے کھولتی ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ انبیاء جو بہت حکیمانہ کلام کیا کرتے تھے ان کے پرحکمت کلام کا یہ ایک نمونہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔ "اذالم تستحی فاصنع ماشئت" جب تم میں حیاء باقی نہیں رہی تو پھر جو چاہے کرتا پھر۔ فارسی میں بھی ایک محاورہ ہے جو غالباً اسی انبیاء کے حکیمانہ قول سے لیا گیا ہے "بے حیا باش وہرچہ خواہی کن"۔ بے حیاء ہو جا بس یہ شرط ہے پھر جو چاہے کرتا پھر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو یہ پردے کی روح ہے اور پردے ہی کی نہیں ہر عصمت کی روح ہے اور یہ وہ روح ہے جو عورتوں سے خاص نہیں ہے بلکہ مردوں اور عورتوں دونوں سے خاص ہے۔ اس لئے حیاء کی حفاظت کریں اور اپنے بچوں میں بھی حیاء قائم کریں۔ حیاء سے مراد صرف مردوں اور عورتوں کے تعلقات کی حیاء نہیں ہے۔ حیاء فی ذاتہ ایک خلق ہے جو ہر گناہ کے مقابل پر ایک پردہ ہے۔

پس وہ عورتیں جو معلوم کرنا چاہتی ہیں کہ اسلامی پردہ کیا ہے؟ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلامی پردہ حیاء ہے۔ اگر آپ اپنی حیاء کی حفاظت کریں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدا کے فرشتے آپ کی ہر قسم کی خرابیوں اور گناہوں سے حفاظت کریں گے کیونکہ حیاء کے پردے سے بہتر اور کوئی پردہ نہیں ہے۔

پس اپنے بچوں کو بھی حیاء دار بنائیں۔ حیاء کا مردانگی سے ایک تعلق ہے اور ایک تعلق نہیں بھی ہے۔ حیاء سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ نیک کاموں سے انسان حیاء کرے یا بہادری کے کاموں سے حیاء کرے۔ وہ مواقع جہاں جان دینے کی باتیں ہو رہی ہوں وہاں حیاء، بے حیائی ہے اور شرم کا مقام ہے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ وہاں حیاء کا مضمون بالکل الٹ جاتا ہے۔ کیونکہ ایسا شخص جہاں مرد جانیں دینے کے لئے آگے بڑھ رہے ہوں اور وہ پیچھے ہٹ رہا ہو حیاء اس کو مانع نہیں ہوا کرتی بلکہ بہت ہی بڑا بے حیاء ہی ہوگا جو ایسے موقع پہ مردوں سے الگ ہو کر پھر اس نیک کام سے محروم رہ جائے جو اس وقت کا بہترین کام ہے۔ یعنی جب جنگ کا دور ہو، جہاد ہو رہا ہو اور لوگ جانیں دے رہے ہوں اس وقت وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں حیاء کی وجہ سے پیچھے ہٹ گیا۔ اس لئے بعض جگہ پھر ہٹنا حیاء کا موجب نہیں بلکہ بے حیائی کی وجہ ہوتی ہے۔ پس موقع اور محل کے مطابق ان باتوں کے معنوں کو سمجھنا چاہئے لیکن اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اپنے بچوں کو بزدل نہ بنائیں۔ حیاء کے بہانے ان کو ایسا نہ بنا دیں کہ ہر وہ کام جہاں ان کو آگے بڑھ کر حصہ لینا چاہئے اس سے وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ یہ حیاء نہیں ہوگی بلکہ نقائص ہیں یہ۔ اور ان کا کوئی بھی نام رکھیں یہ حیاء نہیں ہے۔ مگر اچھی باتوں میں حیاء اور بری باتوں سے حیاء یہ باتیں اگر آج ہماری مائیں اپنے کل کے بچوں میں پیدا کر دیں تو آئندہ نسلوں پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ ہمارے بہت سے جھگڑے جو پردے کے ہیں وہ اٹھ جائیں گے۔ مجھ سے بہت سے خاندان ملنے آتے ہیں، فیملی ملاقات اب ایک عام محاورہ بن گیا ہے اور بہت بڑا وقت میرا ان ملاقاتوں میں لندن میں اور باہر بھی خرچ ہوتا ہے۔ وہاں بعض خاندانوں کی خواتین کے متعلق مجھے یہ پوچھنا نہیں پڑتا کہ وہ پردہ کرتی ہیں کہ نہیں، برقع ہماری طرز کا لیتی ہیں کہ نہیں۔ ان کے چہروں میں متانت دکھائی دیتی ہے، ان کا وقار نظر آتا ہے اور مجھے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی۔ مگر بعض بچیاں اپنی اداؤں کے ساتھ مجھے فکرمند کر دیتی ہیں۔ ان کے بالوں کے کٹنے کا انداز، ان کا اپنے آپ کو ابھار کر پیش کرنا بعض دفعہ میں حیران رہ جاتا ہوں دس گیارہ سال کی لڑکی ہے اور بغیر شرم کے اچانک اپنا ہاتھ آگے مصافحہ کے لئے بڑھاتی ہے اور بعض جگہ اسی عمر کی بچیاں شرما جاتی ہیں۔ تو مجھے جو ایسی بچیاں ہوں خواہ پردے کا بظاہر حکم ان پر نہ بھی آیا ہو ان کی ادائیں مجھے بتاتی ہیں کہ قابل فکر ہیں۔ یہ دوسروں کے معاشرے سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو چکی ہیں اور یہ جو اس وقت کی شوخی ہے یہ کل کی بے حیائی بن سکتی ہے۔ پس بچپن ہی سے حیاء کا خیال کریں اور حیاء کی حفاظت کریں۔

یہاں جو رواج ہے کہ لڑکیاں لڑکوں سے مصافحے کرتی ہیں، بعض دفعہ ایسی صورت ہوتی ہے کہ چونکہ اس معاشرے کے حالات مختلف ہیں۔ ایک ڈاکٹر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا ایک عورت اس وقت مجبور ہوتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ اس وقت ہاتھ نہ بڑھانا نقصان دہ ہو سکتا ہے اس پر اسلام کا یا برا اثر نہ پڑے تو اپنی بے عزتی تو ضرور محسوس کرے گا۔ ایسی صورت میں اگر پہلے تنبیہ نہ کی گئی ہو تو بعض مجبوری کے طور پر محض سرسری سا ہاتھ دے کر اسے کھینچ لیتی ہیں اور محسوس کرتی ہیں کہ اچھا نہیں ہوا مگر میں مجبور تھی۔ مگر ہر جگہ شوق سے ہاتھ بڑھاتے پھرنا اس بہانے کہ یہاں کا معاشرہ اور ہے یہ درست نہیں ہے۔ یہ آپ کی سوسائٹی کو لازماً بے حیاء بنا دے گا اور ایک دفعہ ایک جگہ ایک چیز کی شرم ٹوٹ جائے تو دوسری جگہ اور بھی بہت سی بے شرمیوں کو دعوت دیا کرتی ہے۔

پس یہ مضمون ایسا ہے جسے غور سے سمجھنا چاہئے، اس کو باریکی سے سمجھتے ہوئے اس کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہم جس معاشرے میں یہاں بس رہے ہیں اسلامی معاشرے کو کئی قسم کے خطرات درپیش ہیں۔ کچھ تو معاشرتی فرق ہیں جو طبعی ہیں اور قدرتی فرق ہیں ان میں کوئی مذہبی فرق نہیں بلکہ قومی عادات کے فرق کا تعلق ہے۔ ایسے معاشرتی انداز اگر کسی ملک میں اپنا لئے جائیں تو یہ بداخلاقی نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہے کیوں ہم ان سے ہر بات میں کھچ کر رہیں جن کی سرزمین میں آ کے بیٹھے ہیں ان کی اچھی باتیں اپنانا تو گناہ نہیں ہے۔ لیکن وہ معاشرتی اقدار جن کا مذہب سے ٹکراؤ ہے، جو نہ صرف آپ کے لئے نقصان دہ بلکہ خود ان کے لئے بھی نقصان دہ ہیں وہاں سے بچ کر رہنا وہاں سے ہاتھ کھینچ لینا اسلام آپ سے تقاضا کرتا ہے اور آپ کی عقل بھی آپ سے تقاضا کر

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
(حضرت مسیح موعودؑ)

رہی ہے. اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ کی اگلی نسلوں کو ضرور نقصان پہنچے گا۔

مجھ سے ایک دفعہ یہی سوال انگلستان میں کسی نے کیا کہ ہمارا معاشرہ اور ہے اور آپ کا معاشرہ اور ہے۔ آپ ہمارے ملک میں آکر اپنے معاشرے پر زور دیتے ہیں تو ہم آپ کو اجنبی دیکھتے ہیں، آپ ہم میں جذب نہیں ہو سکتے اس لئے ان وجوہات سے ریس ازم (Raccism) کو تقویت ملتی ہے اور یہ معمولی بات نہ سمجھیں۔ ہمارے لڑکے آپ کی لڑکیوں پر ہنستے ہیں، آوازے کستے ہیں اور ایسے لڑکے جو عجب طریق سے رہتے ہیں. ہمارے نزدیک عجب ہے، ان کے اوپر بھی وہ سکول کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے تو اب ان باتوں کو چھوڑ دیں۔ وہ ہیڈ ماسٹر تھے جنہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ ان کو میں نے تفصیل سے سمجھایا کہ معاشرتی فرق ہوتا کیا ہے اور جہاں یہ فرق گناہ کا موجب نہیں ہے وہاں ہم شوق سے اختیار کرتے ہیں اور کرنے دیتے ہیں۔ ہرگز کوئی حرج نہیں دیکھتے اس میں۔ اس لئے آپ خواہ مخواہ ایک بات کو ضرورت سے زیادہ بے محل بڑھا کر پیش نہ کریں. حقیقت سے دیکھیں۔ چنانچہ اس کی تفاصیل میں نے بیان کیں کہ آپ جس معاشرے کا فرق دیکھ رہے ہیں بعض باتوں میں ہم ان کو معاشرے کا فرق نہیں دیکھتے۔

مثلاً ہیڈ ماسٹر کا ہی تعلق تھا. میں نے کہا ایک ہیڈ ماسٹر نے ایک احمدی بچے کو جس کی عمر دس گیارہ سال تھی مجبور کرنا شروع کیا کہ وہ دوسرے لڑکوں کے ساتھ بالکل ننگا نہائے۔ اس نے انکار کر دیا، اس نے کہا میں تو نہیں نہاؤں گا۔ اس ہیڈ ماسٹر نے کہا یہ ہمارے معاشرے میں تمہاری دخل اندازی ہے۔ اپنی معاشرتی اقدار اور اپنے تمدن کو ہم پر ٹھونس رہے ہو اس لئے ہم یہ نہیں ہونے دیں گے۔ اگر تم نے تعلیم حاصل کرنی ہے تو اسی طرح تمہیں کرنا ہوگا ورنہ سکول سے نکل جاؤ۔ اس کو میں نے سمجھایا کہ آپ خود ان باتوں کو جانتے ہیں آپ کا معاشرہ ان وجوہات سے بہت گندہ ہو گیا ہے کئی قسم کے بدرجحانات یہاں پیدا ہو چکے ہیں۔ اور خود بچے آپ کے اساتذہ سے بھی محفوظ نہیں رہے۔ ایسی صورت میں آپ تمدنی، معاشرتی فرق کہہ کر ان برائیوں کو یہاں جاری کریں تو یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے، یہ نقصان دہ ہے۔ اور آپ کا کوئی حق نہیں کہ کسی انسان کو اس کے نقصان پر مجبور کریں۔ اگر آپ کا تمدن برا ہے تو ہم کیوں اسے اختیار کریں۔ ہاں جہاں تک اچھی تمدن کی باتیں ہیں میں اپنے بچوں کو خود نصیحت کرتا ہوں کہ آپ بھی ویسا بنیں۔ یہ بات چونکہ ان کے اپنے تجربے میں تھی اور پہلے ہی اس معاملے میں تلخی محسوس کر رہے تھے کیونکہ ان کے بعض اساتذہ کا سلوک اپنے بچوں سے شریفانہ نہیں تھا اس لئے فوراً انہوں نے اسے قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہاں میں سمجھتا ہوں یہ بات بالکل درست ہے۔ کسی تمدن، کسی معاشرے کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی قوم کے اخلاق بگاڑے۔

میں نے کہا آپ کو تو ہم سے سیکھنا چاہئے۔ ہماری بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کی آپ کے تمدن کو ضرورت ہے۔ اور تمدن کی تعریف یہ کر لینا کہ ایک ہی ملک کے حالات اس وقت کا اس کے ملک کا تمدن ہے جو بدل نہیں سکتا. یہ درست نہیں ہے۔ معاشرہ اور تمدن تو ایک ہمیشہ جاری رہنے والی، تبدیل ہونے والی حالتوں کا نام ہے۔ مختلف وقتوں میں وہ بدلتی ہیں اور مختلف قسم کے معاشرے ایک دوسرے پر اثر انداز ہو کر ایک دوسرے کو تبدیل کرتے چلے جاتے ہیں۔ کوئی قانون اس راہ میں حائل نہ ہو سکتا ہے. نہ حائل کرنا چاہئے۔ میں نے ان کو کہا کہ معاشرہ تو نام ہی گلدستے کا ہے۔ مختلف رنگوں کے. مختلف خوشبوؤں کے پھول ہیں وہ اکٹھے ایک جگہ ہوں تو خوب صورت دکھائی دیتے ہیں۔ ایک ہی طرح کی عادتوں کو اگر آپ اپنا لیں تو یہ تو فوجی ڈرل ہو جائے گی اس کا نام معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ رفتہ رفتہ آپس میں جب ملیں گے ہندوستان کے معاشرے کو بھی آپ یہاں پنپنے دیں. افریقہ کے معاشرے کو بھی پنپنے دیں. پاکستان کے معاشرے کو بھی پنپنے دیں۔ اگر آپ کو پسند نہیں تو اپنی جگہ وہ آپس میں ہی جس طرح رہنا پسند کریں آپ کو کیا حق ہے کہ اپنا معاشرہ ان پر ٹھونسیں. یہ کوئی قانون شکنی تو نہیں کر رہے وہ۔ آپ کے قانون کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے وہ ایک طرز زندگی اختیار کرتے ہیں، کسی قانون کا حق نہیں ہے کہ انفرادی طور پر دخل دے کر کسی کو اس کی طرز بود وباش میں مجبور کرے۔ لیکن بعید نہیں کہ رفتہ رفتہ آپ کو ان کی ادائیں اچھی لگنے لگیں. آپ وہی رنگ اختیار کرنے لگیں۔ چنانچہ اس کی مثال میں نے ان کو دی کہ آپ دیکھیں کھانا کھانے کے انداز تھے ایک زمانے میں جو یورپ میں اب بہت بدل چکے ہیں اور اس کی ایک وجہ مشرق سے ان کے تعلقات ہیں جنہوں نے مشرقی عادات کو ان کے اندر سرایت ہونے کا موقع دے دیا۔ انگریزوں نے حکومت کی ہے ہندوستان پر، پاکستان اور بہت سی جگہوں پر۔ ایک زمانہ تھا جب وہ چھری کانٹے سے کھانے کا نام تہذیب رکھتے تھے اور ہاتھ سے کھانے کا نام وحشیانہ حرکت تصور کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جاہل قومیں ہیں اور تمیز سے عاری ہیں جو اپنے ہاتھوں سے کھانا پکڑ کے کھاتی ہیں۔ یہ ہائی جین (Hygien) کے بھی خلاف ہے، یہ تمیز کے بھی خلاف ہے۔ لیکن وقت گزرا انہوں نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ جو بعض چیزیں ہاتھ سے کھانے کا مزہ ہے وہ چھری کانٹے سے آ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اب جتنے ان کی باربی کیو وغیرہ ہوتے ہیں ان میں چھری کانٹے پھینک دیتے ہیں اور ہاتھ سے پکڑ پکڑ کر کھاتے ہیں اور امریکہ میں تو بہت ہی رواج بڑھتا جا رہا ہے اور انگلستان میں بھی جو ہوٹل ریسٹورنٹ وغیرہ ہیں رفتہ رفتہ ہاتھ سے لقمے بنا کے کھانے کے مزے لوٹنے لگے ہیں۔ تو ایک تہذیب ایک وقت میں معیار سے گری ہوئی دکھائی دیتی ہے دوسرے وقت میں انسان اسی کو اپنا لیتا ہے اس میں زبردستی کی کوئی روکیں ایسی نہیں پیدا کرنی چاہئیں کہ ایک تہذیب دوسری میں سرایت نہ کر سکے۔ لیکن جہاں تک دینی تعلیم کا تعلق ہے، جہاں تک گناہوں کا تعلق ہے وہاں یہ مضمون نہیں چلتا وہاں خدا تعالیٰ نے بعض حدیں مقرر فرما دی ہیں۔ معاشرے کے نام پر نہ آپ کو وہ حدیں تجاوز کرنے کا حق ہے، نہ ان کا حق ہے کہ آپ کی حدیں توڑیں اور حیاء ان حدود میں سے ایک حد ہے۔ ہر وہ معاشرتی عادت، ہر وہ تمدن جو انسان کو بے حیاء بناتا ہو وہ مرد کے لئے بھی مہلک ہے اور عورت کے لئے بھی مہلک ہے اور ساری قوم کے لئے بھی مہلک ہے کیونکہ جتنے گناہ پنپ رہے ہیں یہ بے حیائی کے نتیجے میں پنپ رہے ہیں۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ پردے کی روح کو سمجھتے ہوئے آپ حیاء پر زور دیں گی۔ اپنی حیاء پر بھی، اپنے بچوں کی حیاء پر بھی اور یقین رکھیں گی کہ حیاء سے آپ کے حسن میں کمی نہیں آئے گی بلکہ آپ کے حسن میں اضافہ ہوگا اور آپ کی خوبیاں اور چمکیں گی اور آپ کا گھر جنت نشان بن جائے گا۔ حیاء کی نظریں خود شرماتی ہیں۔ حیاء کی نظروں میں بے حیائی کا گھورنا آ ہی نہیں سکتا۔ پس حیاء پردہ ہے بے حیاء نظروں سے اور بہترین پردہ ہے۔ اور نظر کو سلیقہ اور ادب سکھانے کا بہترین ذریعہ بھی حیاء ہے۔ پس مردوں پر بھی لازم ہے کہ وہ حیاء کریں، عورتوں پر بھی لازم ہے کہ وہ حیاء کریں اور اگر حیاء ہو تو پھر یہ ظاہری پردے پر اتنا زیادہ زور دینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر جب تک حیاء نہ ہو اس وقت تک تو یہ لازم ہے، اس وقت تک ہم اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

انتظار

بیٹھا ہوں تیری راہ پہ، چراغاں کئے ہوئے
چالیس برس سے چاک، گریبان کئے ہوئے

دیپک جلائے نیناں کے سینہ کے خون سے
سو حسرتوں کے دل میں ارماں لئے ہوئے

جھریوں بھرا بدن ہے تو خم ہو گئی کمر
تیری وفا میں جان کو قرباں کیے ہوئے

مراحل تمام ہو چکے، ٹھہری حلق میں جان
اِک تیرے دیدار کا، ارماں لئے ہوئے

مریضِ عشق تابشِ اُلفت سے ہے گداز
آیئے ہجر میں وصل کا ساماں لئے ہوئے

اپنی قدیم عظمت کا، بھارت ہے منتظر
تیرے قدم سے بستہ ہے یزداں کئے ہوئے

میں ہی نہیں اداس یہ بھارت اداس ہے
آ آ نویدِ رحمت، رحمان لئے ہوئے

گھٹنے لگے خورشید کو تطہیر کی طلب
دستِ شفائے "طاہر" ہے درماں لئے ہوئے

(خورشید احمد پربھاکر درویش قادیان)

اعلاناتِ نکاح

• مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۹۶ء کو مکرم قمر الحق صاحب ابن مکرم مولوی سراج الحق صاحب درویش کا نکاح عزیزہ مبارکہ بیگم صاحبہ بنت مکرم چوہدری مبارک علی صاحب درویش قادیان کے ہمراہ مبلغ ۲۵ ہزار روپیہ حق مہر پر مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم ایڈیٹر بدر نے مسجد مبارک قادیان میں بعد نماز عصر پڑھا۔ احباب سے رشتہ کے بابرکت ہونے کی درخواست ہے۔ اعانت بدر ۱۰/-

(ادارہ بدر)

• مورخہ ۲۶/۱۲/۹۵ کو خاکسار کے چھوٹے بھائی عزیزم سلیم احمد معلّم کا نکاح بہمراہ نصیرہ بیگم صاحبہ بنت مکرم خلیل احمد صاحب آف بیجو پورہ یو.پی محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے ۱۰۰۰۰/- روپے حق مہر پر مسجد اقصیٰ قادیان میں پڑھا۔ ۱۲/۱/۹۶ کو عزیز کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے درخواست دعا ہے

اعانت بدر ۱۰/- روپیہ۔

خاکسار
عزیز احمد اسلم سہارنپوری
مبلغ سلسلہ لکھنو۔ یو.پی

افکارِ معاصرین

ہندوستانی سیاست اور جرائم

روزانہ ہند سماچار جالندھر کا فکر انگیز اداریہ

ذیل میں ہم روزنامہ ہند سماچار جالندھر ۲۱ر جولائی ۱۹۹۶ء میں مطبوعہ شری دیجے کمار جی کے ایک فکر انگیز اداریہ کا اقتباس درج کر رہے ہیں جس میں انہوں نے ہندوستانی سیاست میں بڑھتے ہوئے جرائم پر چونکا دینے والی نشاندہی کی ہے۔ (ادارہ)

جب بھارت آزاد ہوا تو دیش کے لیڈر اپنے آپ کو جنتا کا سیوک کہتے تھے اور پہلے پردھان منتری پنڈت جواہر لال نہرو نے خود جنتا کا پہلا سیوک ہونے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن جُوں جُوں وقت گزرتا گیا جن سیوا کا یہ جذبہ اپنی سیوا کے جذبہ میں تبدیل ہوتا چلا گیا اور جن سیوک ہونے کا دعوےٰ کرنے والے لیڈروں نے دیش کو دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں سے لُوٹنا شروع کر دیا۔

پچھلے کچھ عرصہ میں مرکز میں ہوئے گھپلوں۔ گھوٹالوں اور دھوکہ دھڑی کے کانڈوں پرے جس طرح رہ رہ کر پرتیں اُترنی شروع ہوئی ہیں اور کہیں اُن کا اختتام ہوتا دکھائی نہیں دے رہا اس سے تو ایسا لگتا ہے کہ جن سیوا کی آڑ میں ہمارے سیاسی لیڈر اپنا اپنے پریوار کا اپنے واقف کاروں کا اور اپنے دوستوں کی ہی تقدیر اور مستقبل سنوارنے میں لگے ہوئے ہیں۔ گدّی ہی انکے لئے سب کچھ ہو گئی ہے اور دیش و جنتا دونوں ہی اُن کے لئے بے معنی اور بے مقصد ہو کر رہ گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگوں کو سیاسی لیڈروں سے نفرت ہو گئی ہے اور اچھے لوگ سیاست میں آنا پسند نہیں کرتے۔

اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہو گی کہ آج ہر پارٹی میں مافیا اور جرائم پیشہ عناصر داخل ہو گئے ہیں کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ پچھلے دِنوں ہی مشہور اخبار نویس شری کلدیپ نیر نے اپنی ایک تقریر میں یہ سنسنی خیز انکشاف کیا ہے کہ 11 ویں لوک سبھا میں ایسے 174 منتخب لوگ ہیں جن کا پولیس کے پاس کریمنل ریکارڈ ہے ان میں 47۔ ایسے ہیں جن پر قتل اور زنا بالجبر تک کے سنگین الزامات ہیں

چیف الیکشن کمشنر شری ٹی این سیشن کے مطابق لوک سبھا کے حالیہ چناؤ میں امیدواروں کے طور پر چناؤ دنگل میں اُترنے والے لوگوں میں سے 460 کا پولیس کے پاس کریمنل ریکارڈ تھا ان میں سے 285۔ آزاد امیدوار تھے جبکہ باقی کو مختلف بڑی پارٹیوں نے چناؤ میدان میں اُتارا تھا۔ ان میں سے 85 لوگ ایسے جیتے جن کے خلاف عدالتوں میں فوجداری کے مقدمے چل رہے ہیں۔ ان میں سے 27 پر قتل کے سنگین الزامات ہیں۔

سابق مرکزی سٹیٹ ہوم منسٹر میاں تسلیم الدین پر کم سے کم 16 مقدمے مختلف عدالتوں میں زیر غور ہیں ان میں قتل کی کوشش۔ زنا بالجبر اور جبراً پیسہ وصول کرنے کے الزامات کے معاملے بھی شامل ہیں

اس کے علاوہ انگریزی ہفت روزہ اخبار "بلٹز" نے بھی 27 ایسے ممبران پارلیمنٹ کی فہرست شائع کی ہے جن کا تعلق مختلف سیاسی پارٹیوں سے ہے اور جن کے خلاف کریمنل کیس چل رہے ہیں یہ فہرست اس طرح ہے۔

ممبر پارلیمنٹ	پارٹی	تعداد	ممبر پارلیمنٹ	پارٹی	تعداد
ست پال مہاراج	کانگرس تیواڑی	2	رما کانت یادو	سماج وادی پارٹی	29
بچی سنگھ راوت	بھاجپا	1	پھولن دیوی	سماج وادی پارٹی	63
پرتاپ سنگھ سینی	سماج وادی پارٹی	1	رام سنجیون	بی ایس پی	4
شفیق الرحمان ورق	سماج وادی پارٹی	2	گنگا چرن راجپوت	بھاجپا	12
ڈی پی یادو	بی ایس پی	30	راجندر اگنی ہوتری	بھاجپا	1
کنور سوراج سنگھ	سماج وادی پارٹی	1	بھانو پرتاپ ورما	بھاجپا	12
رام مورتی سنگھ ورما	کانگرس آر	1	شیام بہاری	بھاجپا	1
جی ایل قنوجیہ	بھاجپا	1	جگت ویر سنگھ دردون	بھاجپا	1
اشوک سنگھ	بھاجپا	6	رام سنگھ شاکیہ	سماج وادی پارٹی	2
ولے کٹیار	بھاجپا	2	ملائم سنگھ یادو	سماج وادی پارٹی	12
رام ساگر	سماج وادی پارٹی	4	منور حسین	سماج وادی پارٹی	4
ستیہ دیو سنگھ	بھاجپا	1	نقلی سنگھ	بھاجپا	2
پنکج چودھری	بھاجپا	1	ہرپال سنگھ ساتھی	بھاجپا	1
کلپ ناتھ رائے	آزاد	1			

اب تو گھوٹالوں اور سیاسی اپرادھی کرن کی یہ بیماری مرکز سے نکل کر پردیشوں میں بھی جا پہنچی ہے۔ ہریانہ میں حال ہی میں ایک ایسا امیدوار جیتا ہے جو دہلی میں کیبرے کنگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جس پر درجنوں فوجداری مقدمات ہیں اور جس کے طوائفوں کے اڈوں پر پولیس کئی بار چھاپے مار چکی ہے۔ اس کے علاوہ ہریانہ میں 20۔ راجستھان میں 21۔ اور پنجاب میں 17۔ ایم ایل اے ایسے ہیں جن کا پولیس ریکارڈ موجود ہے۔ اسی طرح اتر پردیش ودھان سبھا میں بھی 128 ممبران اسمبلی ایسے تھے جن کا مجرمانہ پس منظر تھا۔ اور ایک سابق مکھیہ منتری پر تو 76 مقدمے زیر غور تھے یہ سجن آج کل مرکز میں منتری ہیں۔ گھوٹالوں کے ساتھ ہی مختلف پردیشوں کے مکھیہ منتریوں اور منتریوں کے خلاف رہ رہ کر اخبارات میں کورپشن کے معاملے بھی آ رہے ہیں۔

منقولات

پاکستان میں علماء کو امن و امان کی برقراری کیلئے حراست میں رکھا جاتا ہے

کراچی کے انگریزی اخبار "ڈان" کی ۲۰ر مئی کی ایک خبر کے مطابق حالیہ ماہ محرّم کے دوران پاکستان کے صوبہ سرحد کی ایک ضلعی عدالت کے حکم سے محرّم کے دوران عام پبلک میں امن و امان کی برقراری کے لئے صرف ایک ضلع کوہاٹ میں ۲۶ علماء کو دو ماہ تک حراست میں رکھا گیا۔

واہ کیا شان ہے علماء کی! امن قائم رکھنے کے لئے جنہیں سڑکوں پر بد کے ہوئے جانوروں کی طرح بند کیا جاتا ہے۔ یہ تو ایک ضلع کی حالت ہے خدا جانے تمام پاکستان میں کتنے "علماء" کو جیلوں میں ٹھونسا گیا ہوگا۔

کیا اب بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی جو آپ نے امام مہدی علیہ السلام کے زمانے کے علماء کے متعلق کی تھی حدیث مبارک میں ہے۔

عُلَمَاءُ هُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ

(مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۸)

کہ (اس دور میں) ان کے علماء آسمان کے نیچے بد ترین مخلوق ہوں گے اُن ہی میں سے فتنے نکلیں گے اور انہیں میں واپس لوٹیں گے۔

اخبار میں جن علماء کی فہرست شائع کی گئی ہے اُن میں دیوبندی۔ سُنّی شیعہ۔ بریلوی غرض کہ ہر طبقہ فکر کے علماء شامل ہیں۔

بائیں جانب اخبار ڈان کی خبر کلکتہ کے محترم منیر احمد صاحب بانی کے تعاون سے پیش ہے۔

26 Ulema arrested in Kohat under MPO

Bureau Report

PESHAWAR, May 21: The Kohat district administration has arrested 26 Ulema in order to maintain public peace during Muharram. The arrests have been made under Section 5(1) of the MPO, 1960.

The arrested Ulema include Maulana Abdul Hayee Abid of Lahore, Abdul Majeed Nadeem of Multan, Maulana Ziaur Rehman Farooqi of Faisalabad, Syed Zaki Haider of Rawalpindi, Maulana Mazharul Haq of Gujrat, Allama Irshad Hussain Jafari of Gujranwala, Allama Zafar Hussain Zafar of Lahore, Allama Amir Hussain Shah of Okara, Allama Mohammad Abbas Komeli of Karachi, Allama Mureed Hussain of Shikarpur, Allama Ali Husain of Okara, Allama Zawwar Hussain of Lahore, Maulana Abdul Sattar Taunsavi of Faisalabad, Maulana Ahmad Ali Jan of Peshawar, Maulana Samiullah Jan Farooqi of Peshawar, Maulana Abdur Rauf Chishti of Chiniot, Maulana Abdul Ghafoor of Punjab, Asfand Yar of Peshawar, Yousaf Mujahid of Attock, Azam Tariq of Jhang, Ismail Shah of Dera Ismail Khan, Pir Nazar Mangal of Teri Mengal, Sultan Mahmood Zia of Multan, Ali Sher Haider of Lahore, Syed Chiraghuddin Shah of Rawalpindi, and Abdul Haq of Jhelum.

As per order of the District Magistrate, Kohat all of those arrested will remain in custody for a period of two months.

کاشی پور کا بال سُندری مندر اورنگ زیب نے بنوایا تھا

روزانہ ہندی اخبار اُتّم ہند جالندھر ۳۰ر جون ۹۶ء میں شائع شدہ ایک مضمون کے مطابق کاشی پور کا بال سندری مندر اورنگ زیب نے بنوایا تھا اس کے لئے اورنگ زیب نے نہ صرف مالی مدد کی بلکہ مسلمان کاریگروں کو بھجوا کر اس مندر کی تعمیر کروائی تھی۔ مضمون نگار کے مطابق تب ہی اس مندر کی تعمیر میں مُغلیہ طرز تعمیر کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔

جو کہانی اس مندر کے بنوانے کے پس منظر میں گھڑی گئی ہے وہ غلط ہے یا صحیح اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بہر حال یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ مندروں کی تعمیر اور غیر مسلم مذہبی اداروں کی مدد اورنگ زیب کے دور حکومت کا کارنامہ رہا ہے۔

मंदिर का इतिहास :

यूं तो हजारों साल पुराना सिद्धपीठ है यह मंदिर । लेकिन बादशाह औरंगजेब के समय से इस मंदिर का इतिहास अभी प्राप्य है । उस समय काशीपुर रियासत के राजा थे- राजा बाजबहादुर चंद । उनके राज्य में घनघोर जंगल में यह मंदिर अवस्थित था । मां की बाहुरूपा यह मूर्ति जमीन के अंदर थी, जितना खोदते, उतनी ही नीचे हो जाती; कुल मिलाकर बाहर न निकल सकी मूर्ति । श्रद्धालु इसी जंगल में पूजा कर जाते । उस समय लखीमपुर खीरी के दो पंडित- पंडित गयादीन एवं बंदीदीन- चार धाम यात्रा करके वापसी में वाया काशीपुर लौट रहे थे । जंगल में मंदिर के पास रुक गये । उन दिनों चार धाम यात्रा से जीवित वापस लौटना अजूबा समझा जाता था । राजा बाज बहादुर ने उन पंडितों को श्रद्धा पूर्वक यहीं रोक लिया, मंदिर का काम- क्षेत्र इन पंडितों को श्रद्धा पूर्वक भेंट कर दिया । श्रद्धालु आने लगे । कालांतर में भगतों ने पंडितों से मंदिर निर्माण कराने का अनुरोध किया । निर्माण हेतु धन भी एकत्र कर लिया गया । मंदिर निर्माण उस युग में बादशाह की स्वीकृति के बाद ही होता था । पंडितों ने बादशाह औरंगजेब के पास जाकर मंदिर निर्माण की स्वीकृति मांगी- जो नहीं मिली । पंडित वापस आ गये । चंदे का धन वापस कर दिया गया । कुछ समय बाद ही औरंगजेब की बहन बीमार हो गयी, हकीमों से लाभ न हुआ, किसी विद्वान मौलवी के परामर्श पर बादशाह ने काशीपुर से पंडित भूल चंद्र को फिर बुलवाया । पंडित को मंदिर निर्माण की स्वीकृति दी गयी, पंडित जी ने कहा- 'बादशाह, मैं तो बस मां से प्रार्थना कर सकता हूं, आप भी शरणागत हो गये, विश्वास रखिये बीमार बहन ठीक हो जायेगी, लेकिन अब मंदिर निर्माण कैसे होगा । मेरे पास तो धन है नहीं । जो था वापस कर दिया गया ।'

बादशाह औरंगजेब ने अपने राज-मिस्त्री व भवन निर्माण सामग्री भेज कर मंदिर का निर्माण कराया । आज भी स्पष्ट देखी जा सकती है मस्जिद की छवि इस मंदिर के गुंबद में । बनाने वाले कारीगर इस्लाम के अनुयायी थे, मंदिर निर्माण कभी किया था नहीं, अतः मस्जिद की छवि इस वास्तुकला में आ ही गयी ।

बादशाह की बहन भी स्वस्थ हो गयी । मंदिर बन गया ।

ہمارا یہ پختہ یقین ہے کہ اورنگ زیب یا بعض دوسرے مسلم فرمانرواؤں کے متعلق ہندو کُش ہونے کی جو تعصب آمیز کہانیاں بعض مفاد پرست مصنفین نے گھڑی ہیں اگر ہندوستان میں مسلم شاہی دور کی صحیح تحقیق ہو تو یقیناً اس دور میں ہندو مسلم اتحاد کے مُرجھائے اور دبے ہوئے پھولوں کے بیج مل جائیں گے۔ اور اگر ہم ان بیجوں کو تلاش کر کے آج اپنی کھیتی میں بوئیں گے تو ہمارا گلشن نہ صرف پھولوں سے بھر جائے گا بلکہ اس میں سے حبّ الوطنی اور یکجہتی کی خوشبودار ہوائیں بھی چلیں گی۔

ہندی اخبار "اُتم ہند" کا یہ تراشہ مکرم فرید احمد صاحب امروہی آف قادیان کے شکریہ کے ساتھ پیش ہے۔

قارئین بدر سے درخواست ہے کہ دلچسپ خبروں پر مشتمل اخبارات کے تراشے ارسال کریں۔ مُلکی اور غیر مُلکی تمام اخبارات کے تراشے شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے (اخبار کی تاریخ لکھنا نہ بھولیئے)

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N.61/57

FAX - 01872 - 20105

THE WEEKLY **BADR** QADIAN 143516

☎ 01872-20757

DIST GURDASPUR PUNJAB (INDIA)

VOL - 48 THURSDAY, 8TH AUGUST 1996 ISSUE NO 32

بقیہ صفحہ اوّل

ایم ٹی اے کی چوبیس گھنٹے کی عالمی نشریات کا مبارک آغاز

حضور ایدہ اللہ نے افریقہ کے لئے ایم ٹی اے کے اس عالمی رابطہ کے آغاز پر سیدنا بلال ؓ کے افریقہ کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا آج افریقہ سیاہ نہیں بلکہ اسلام کے نور سے چمک دمک رہا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج دنیا زندگی کی حقیقتوں سے غافل ہے۔ خدا کی حقانیت سے ناواقف ہے اور فی الواقعہ وہ مردوں کی طرح ہیں لیکن ہم انہیں مرنے نہیں دیں گے، انشاء اللہ۔ یہ ہماری امید اور ہمارا عزم ہے۔ ہم انہیں خدا کے نام پر اور محمد مصطفیٰ ؐ کے نام پر زندہ کریں گے۔ حضور ایدہ اللہ نے افریقہ کے مختلف ممالک میں خدمات بجالانے والے بعض پرانے مبلغین کی خدمات کا ذکر بھی فرمایا۔

ایم ٹی اے کی گلوبل ٹرانسمیشن کے موقع پر منعقدہ اس نہایت پروقار اور پر مسرت تقریب کے پہلے اجلاس کی صدارت امیر جماعت احمدیہ یو کے مکرم آفتاب احمد خان صاحب نے فرمائی۔ امیر صاحب یو کے نے تقریب کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہمارے دل خدا تعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد سے لبریز ہیں کہ جس نے ہمیں ایم ٹی اے جیسی نعمت سے نوازا۔ اور اس کے ذریعہ ایک بار پھر پوری شان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" پورا ہوا۔ آپ نے ایم ٹی اے کی مختصر تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ سیٹلائٹ کے ذریعہ پہلا ایم ٹی اے کا پروگرام ۱۹۹۱ء میں شروع ہوا اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام دنیا پر حاوی ہے اور افریقی ممالک بھی اس سے مستفید ہونے لگے ہیں۔ آپ نے ایم ٹی اے کے جملہ کارکنان کا شکریہ ادا کیا جو دن رات نہایت محنت اور لگن سے کام کر رہے ہیں۔

اجلاس میں محمد اسماعیل بی کے آڈو صاحب نے جن کا تعلق گھانا سے ہے مغربی افریقہ میں احمدیت کے نفوذ کے موضوع پر تقریر کی اور بتایا کہ کس طرح جماعت احمدیہ کے اولین مجاہد مبلغین نے مغربی افریقہ کے ممالک میں احمدیت کا بیج بویا پھر اس کی آبیاری کی اور آج ہم ان کا پھل دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے خصوصی طور پر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ، حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب حکیمؓ، مولانا نذیر احمد صاحب علی، مولانا نذیر احمد صاحب مبشر اور مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کی تبلیغی مساعی کا ذکر فرمایا۔ انہوں نے سکولوں، ہسپتالوں اور خاص طور پر مشنری سکول کے اجراء کا ذکر فرماتے ہوئے جماعت احمدیہ کی ان میدانوں میں خدمات کا تذکرہ کیا۔

ان کے بعد مولانا عبدالکریم صاحب شرما نے جو لمبا عرصہ مشرقی افریقہ میں بطور مبلغ خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں، مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے نفوذ کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اور بتایا کہ مشرقی افریقہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہی صحابہ حضرت مسیح موعودؑ وہاں پہنچ گئے تھے اور ان کی پاکیزہ زندگی اور نیک نمونہ کو دیکھ کر لوگ احمدیت میں داخل ہوتے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ مشرقی افریقہ کی زمین کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ وہاں بعض صحابہ حضرت مسیح موعودؑ دفن ہیں۔ آپ نے مشرقی افریقہ کے ممالک میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ آج احمدیت ان ممالک میں پوری طرح مستحکم ہے۔

اجلاس کے آخر میں الحاج حمزہ صاحب نے جو نائجیریا سے تعلق رکھتے ہیں اپنی مختصر سی تقریر میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ ہمیں ایم ٹی اے کی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ دن قریب ہیں جب پورا افریقہ احمدیت کی آغوش میں آجائے گا۔

اجلاس میں وقفے وقفے سے ناصرات الاحمدیہ یو کے نے عربی قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خدام الاحمدیہ افریقہ نے "مہدی آگیا" کے عنوان سے ترانہ پیش کیا۔

دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے رونق افروز ہونے پر ہوا۔ اس اجلاس کا آغاز بھی تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو مکرم منیر عودہ صاحب، ایک عرب نوجوان نے کی۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ میں آج کوئی رسمی خطاب نہیں کرنا چاہتا بلکہ آپ لوگوں کے ساتھ مل کر اس مبارک دن کی خوشیوں میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آج دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں احمدیت پر سورج طلوع نہ ہو رہا ہو۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن مجید میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "سراجاً منیراً" کہا گیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج ہی تمام دنیا کو منور کر رہا ہے اور ان پر برکتیں نازل کر رہا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تازہ ترین رپورٹوں کے مطابق اس وقت تک ہمارا ایم ٹی اے کے ذریعہ رابطہ آئیوری کوسٹ، ماریشس، کینیا، یوگنڈا اور گھانا وغیرہ ممالک سے ہو چکا ہے اور وہ آج کی محفل میں ہمارے ساتھ شریک ہیں مگر دیگر افریقی ممالک میں ڈش انٹیناز وغیرہ کو سیٹ کرنے اور رابطہ ہونے میں کچھ دیر لگے گی اور جلد ہی افریقہ کا کونہ کونہ ایم ٹی اے کی برکات سے مستفید ہونے لگے گا۔ آپ نے ایم ٹی اے کے فیض کی ایک مثال دیتے ہوئے بتایا کہ پاکستان کے ایک ملاں نے حضور کو خط لکھا جس میں بتایا کہ ایک احمدی دوست کی وساطت سے انہوں نے درس القرآن ایم ٹی اے کے ذریعہ سنا اور اس دن سے اس کی کایا پلٹ گئی۔ انہوں نے لکھا کہ افسوس کہ ساری زندگی احمدیت کی مخالفت میں اکارت گئی مگر اب میں ادھر ہوں جدھر قرآن ہے۔

حضور نے فرمایا کہ پاکستان کا میں نے اس لئے ذکر کیا کہ وہ پہلا ملک ہے جہاں خلافت کا تعلق احمدیوں سے توڑنے کی کوشش کی گئی مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے اب خلیفہ کا تعلق پوری دنیا کی جماعتوں سے مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جارہا ہے اور کوئی حکومت اس سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکتی۔ آپ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب پورے ہو رہے ہیں اور ہم اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جس دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچے اور لوگ اس پیغام پر ایمان لاتے ہوئے رسول اکرمؐ پر درود بھیجنے لگ جائیں۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے کے کارکنان کو ہدایت فرمائی کہ افریقہ کے مختلف ممالک سے جو اس خاص موقعہ پر پروگرام بھجوائے گئے ہیں ان کی جھلکیاں پیش کریں۔ چنانچہ گیمبیا، ماریشس، نائیجیریا، سیرالیون، یوگنڈا اور تنزانیہ کے پروگراموں کی جھلکیاں دکھائی گئیں۔

اجلاس میں ناصرات الاحمدیہ یو کے، خدام الاحمدیہ افریقہ اور ممبرات لجنہ افریقی ممالک نے ترانے پیش کئے۔

نیپال بھوٹان اور سکم میں تحریک جدید کے وفد کا دورہ

ماہ مئی کے اوائل میں مکرم وکیل اعلیٰ صاحب تحریک جدید اور مکرم امیر صاحب نیپال نے نیپال کا دورہ کیا الحمدللہ نیپال کی جماعتوں میں یہ دورہ بہت کامیاب رہا اور کثیر تعداد میں نئی بیعتیں ہوئیں۔ تربیتی جلسے منعقد کئے گئے۔ اطفال خدام انصار اور لجنہ نے حصہ لیا۔ مقامی صدر صاحبان، مرکزی مبلغین اور معلمین نے پروگراموں کو بہت عمدہ رنگ میں پیش کیا۔

جلسہ پیشوایان مذاہب نیپال کے دارالخلافہ کاٹھمنڈو میں منعقد کیا گیا۔ اس میں جین بدھ سکھ اور ہندو مذاہب کے علماء نے تقاریر کیں اسی طرح جماعت کے نمائندگان نے بھی تقاریر کیں۔ اسلامی اصول کی فلاسفی کے نیپالی ترجمہ کو تقسیم کیا گیا۔ جلسہ کے آخر پر مناسب تواضع کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

نیپال کے دورہ کے بعد مکرم وکیل اعلیٰ صاحب نے بھوٹان اور سکم کا بھی دورہ کیا اور وہاں پر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظارے دیکھنے کو ملے۔ مقامی صدر صاحبان مرکزی مبلغین نے ہر جہت سے پروگراموں کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ سبھی کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ مخالفوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے خصوصی دُعا کی درخواست ہے۔

(خاکسار۔ ایوب علی خان مبلغ سلسلہ نیپال)

ولادت

مکرم مولوی عبدالمالک خان صاحب کی بیٹی عطیۃ القدیر اہلیہ مکرم فضل الرحمٰن صاحب آف جرمنی کے ہاں ۹۶/۷/۴ کو بیٹی تولد ہوئی ہے۔ حضور انور نے بچی کا نام عافیہ رحمان رکھا ہے۔ بچی کے دادا مکرم شیخ مسعود الرحمٰن صاحب صحابی ہیں۔

(مرزا وسیم احمد امیر جماعت قادیان)

طالب دعا:— محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER

SPECIALIST IN LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.

19 A. JAWAHAR LAL NEHRU ROAD

CALCUTTA - 700081

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

شریف جیولرز

پروپرائیٹر۔ حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد

اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ فون۔ 649_04524

PRIME AUTO PARTS

HOUSE OF GENUINE SPAR ES

AMBASSADOR &

MARUTI

P, 48 PRINCEP STREET

CALCUTTA - 700072 ☎ 26-3287